

دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر

# فیصلہ کن مناظرہ

میں

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کے تکفیری فتوے حسام الحرمین کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کن بیان جو برصغیر نے ۱۲۵۲ھ (م ۱۹۳۲ء) میں لاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پروفیسر علامہ اصغر علی روحی مرحوم اور شیخ صادق حسن امیر سہری (بیرسٹریٹ لا) حکم طے پائے تھے۔ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۳ھ میں تحریک العقلم کے نام اور فیصلہ کن مناظرہ کے لقب سے شائع ہوا تھا۔

ناشر

دارالتفائس

کریم پارک راوی روڈ لاہور

دیوبند اور بریلی کے اختلاف و نزاع پر

# فیصلہ کن مناظرہ

میں

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلی کے کفیری فتوے "حسام المؤمنین" کے جواب میں جناب مولانا محمد منظور صاحب نعمانی کا وہ فیصلہ کن بیان جو برصغور نے ۱۲۵۲ھ (م ۱۹۳۳ء) میں لاہور میں سونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے تیار کیا تھا، جس کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم پرنسپل علامہ صفحہ علی رومی مرحوم اور شیخ صادق حسن امترسی (بیرسٹریٹ لا) حکم لگے پائے تھے۔ یہ بیان پہلی دفعہ ۱۳۵۳ھ میں معرکہ القلم کے نام اور فیصلہ کن مناظرہ کے لقب سے شائع ہوا تھا۔

————— ناشر —————

دارالتفائس

کریم پارک ۲ راوی روڈ لاہور

# فہرست مضامین

۲	عرض ناشر
۹	مقدمہ (بریلی کا تحفہ فنی — ماضی اور حال)
۲۲	تعارف اور معذرت
۳۷	حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ پر انکار ختم نبوت کا بہتان
	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ پر تکذیب رب العزت جل جلالہ
۴۴	کانا پاک بہتان
	حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ پر تنقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
۷۹	کانا پاک بہتان
۱۱۵	خال صاحب بریلوی کا کراماتی الہی
	حکیم الامت حضرت تھانویؒ پر توہین شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
۱۴۹	کا بہتان
۱۷۳	تکمیلہ

# عرضِ ناشر

پاکستان کی آزاد مملکت کے قیام کے بعد اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ پاکستانی مسلمان آپس کے اختلافات کو ختم کر کے اپنی تمام مساعی اس طرف مبذول کریں کہ اس نوزائیدہ مملکت کو استحکام و استقلال نصیب ہو اور بیاں کتاب و سنت کے مطابق پورا اسلامی نظام نافذ ہو جائے اور اس طرح تمام رُومے زمین کی حکومتوں کے سامنے ایک مثالی اسلامی حکومت کا صحیح نمونہ پیش کیا جاسکے۔ مگر نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس اہم نصب العین کی طرف صحیح معنوں میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا اور روحانی اور اخلاقی اعتبار سے ہم دن بدن اور گرتے چلے جا رہے ہیں۔ اس سلسلہ میں سیاسی لیڈروں اور سیاسی جماعتوں اور ان کے کارکنوں نے اور حکومت کے وزراء و اُمراء نے ہر دور میں جو کچھ کیا اور جس طرح ملک کو برحفاظ سے تباہ و برباد کیا وہ تو ایک ظاہر حقیقت ہے، فی الحال مجھے اس کے بارے میں کچھ کہنا مقصود نہیں بلکہ دین اور علم دین کی طرف منسوب لوگوں نے جو کچھ کیا ان کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ اس میں بھی شک نہیں کہ علماء کرام اور دنیا دار مسلمانوں کے ایک طبقہ نے اس عرصہ میں سلسل کوشتیش کی ہیں کہ اس ملک کا آئین قرآن و سنت کے مطابق بن کر نافذ ہو جائے اور پاکستان ایک صحیح اسلامی ریاست بن جائے اور انھوں نے تمام توجہات اسی ایک ہی مقصد کی طرف مبذول کی ہیں لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ علماء کلمائے والے کچھ لوگ ایسے بھی اس ملک میں موجود ہیں جنھوں نے اس نصب العین سے عام مسلمانوں کی توجہات ہٹانے کے لیے دوسرے مشاغل اختیار کیے اور علماء حق کو بھی ان فضول مشاغل میں الجھانے اور صحیح کام

نے نکالنے کی کوششیں کی ہیں۔ چنانچہ ان ائمہ کے بندوں نے دیوبندی بریلوی نزاع و اختلاف کو ہر دور میں اور ملک کے ہر گوشہ میں تازہ رکھا۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اس ملک میں ٹھوس بنیادوں پر دینی علوم اور دینی مسائل کی ترویج و اشاعت اور اسلامی نظام کے لیے علمی اور عملی جدوجہد کا کام وہ علماء بکرام کر رہے ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے ساتھ یا تو براہ راست تلمذ و حقیقت کا تعلق رکھنے والے ہیں یا بالواسطہ اکابر علماء دیوبند کے ساتھ وابستہ اور ان کے معتقدین لیکن ان علماء حق کے راستوں میں روٹے اٹکانے کے لیے اور قوم کا تعلق ان سے توڑنے کے لیے کچھ بندگانِ شکم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ علماء دیوبند کے خلاف ملک میں مستقل محاذ قائم رکھیں اور تکفیر و تفسیق کے تیروں سے ان کو نشانہ بناتے رہیں۔ عام مسلمان اپنی نادانی اور حقیقت حال سے بے خبری کی بنا پر محراب و منبر پر جلوہ گر ان داعطانِ خوش گلو کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں اور ان علماء ربانیتین اکابر علماء دیوبند کے بارے میں بدظن ہوتے ہیں جن کی مجاہدانہ کوششوں اور دینی اور علوم دینی کی خدماتِ جلیلہ کی برکت سے آج ہندو پاکستان میں اسلامی روایات اور اسلامی علوم باقی ہیں۔ یہ داعطانِ حق ناشناس اور سوعاگرانِ متارع دین و ایمان جس مہتابِ تراشی اور تہمت طرازی سے کام لے کر اہل حق کے خلاف فضا کو ناسازگار کرنے اور ان کو دینی مقاصد میں ناکام بنانے کی سعی کر رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ اس کی حقیقت کھول کر ناواقف مسلمانوں کو اس دھوکہ اور فریب سے بچایا جائے۔ دیوبندی بریلوی اختلاف نہایت ہی عجیب و غریب کا اختلاف ہے۔ یہ چند دینی مسائل کے فہم و تعبیر میں باہم علمی اختلاف نہیں بلکہ ناظرین کو جیسا کہ آئندہ اوراق کے مطالعہ سے معلوم ہوگا اس کی اصلیت اور تاریخ صرف یہ ہے کہ —————

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی نے علماء دیوبند کی طرف بعض کافرانہ

عقیدے منسوب کر کے دعویٰ کیا اور فتویٰ دیا تھا کہ

”چونکہ ان کے یہ عقیدے ہیں اس لیے وہ قطعی کافر ہیں، ایسے کافر کہ جو شخص ان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی ویسا ہی کافر ہیں۔“

اس کے جواب میں علماء دیوبند اسی وقت سے برابر کہہ رہے ہیں اور لکھ رہے ہیں

کہ ”ہم پر محض ہتان ہے، ہمارے ہرگز یہ عقیدے نہیں ہیں بلکہ جس کسی کے بھی ایسے ناپاک عقیدے

ہوں ہم خود اس کو کافر اور اسلام سے خارج سمجھتے ہیں اور مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ہماری

جن عبارتوں کا حوالہ دیا ہے ان کا ہرگز وہ مطلب نہیں ہے بلکہ ان کا مطلب یہ ہے جو تصریحاً

کتاب و سنت اور عقائد اہل سنت کے ہرگز خلاف نہیں ہے اور علماء دیوبند اپنے اس دعویٰ

کا نہایت صاف اور روشن ثبوت بھی دیتے ہیں۔ جس کی ایک مثال یہ رسالہ (نمیکہ کی منظوم) بھی ہے

ظاہر ہے کہ علماء دیوبند کے اس جواب کے بعد اس اختلاف کو عقیدہ کا اختلاف نہیں

کہا جاسکتا اور مسلمانوں میں اس اختلاف کے اب تک باقی رہنے کی کوئی وجہ اس کے سوا سمجھ

میں نہیں آسکتی کہ کچھ لوگوں نے مسلمانوں میں اس اختلاف کے باقی رکھنے اور اس بنیاد پر

ان کو آپس میں ٹوٹنے کو اپنی معذرت کا ذریعہ بنالیا ہے اور اب یہی ان کا ناجائز پیشہ ہے

شاید بہت سے لوگ ناواقفین سے یہ سمجھتے ہوں کہ میلاد و قیام، عرس و قوالی،

فاتحہ رجبہ، دسواں، پیسواں، چالیسواں، برسی وغیرہ رسوم کے جائز و ناجائز اور حرام و

غیر حرام ہونے کے بارے میں مسلمانوں کے مختلف طبقوں میں جو نظر پاتی اختلاف ہے یہی

در اصل دیوبندی و بریلوی اختلاف ہے مگر یہ سمجھا صحیح نہیں ہے کیونکہ مسلمانوں کے درمیان

ان مسائل میں یہ اختلاف تو اس وقت سے ہے جبکہ دیوبند کا مدرستہ قائم ہی نہیں ہوا تھا اور

مولوی احمد رضا خاں صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف نہیں کہا جاسکتا۔

علاوہ ازیں ان مسائل کی حیثیت کسی فریق کے نزدیک بھی ایسی نہیں ہے کہ ان کے ماننے نہ ماننے کی وجہ سے کسی کو کافر یا اہل ملت سے خارج کہا جاسکے۔ یہی وجہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب اور ان کی خاص ذمیت کے علاوہ ہندوستان کے بہت سے علماء اور بہت سے علمی حلقے ایسے ہیں جن کی تحقیق اور رائے ان مسائل میں علماء دیوبند کی تحقیق سے مختلف ہے مگر اس کے باوجود ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی تکفیر یا فسق نہیں کرتا بلکہ آپس میں عقیدت اور احترام کے تعلقات ہیں جیسے کہ علماء حق کے درمیان ہونے چاہئیں، اس کی مثال میں حضرات علماء فرنگی علی (لکھنؤ) حضرت مولانا عین القضاۃ صاحب رحمہ اللہ علیہ، حضرت مولانا معین الدین صاحب امیری رحمہ اللہ علیہ، حضرت مولانا محمد سجاد صاحب بہاری مرحوم جیسے بہت سے علماء کرام اور علمی سلسلوں اور خاندانوں کا نام لیا جاسکتا ہے۔ ان حضرات کا مسلک حضرات علماء دیوبند کے مسلک سے مختلف تھا لیکن جاننے والے اچھی طرح جانتے ہیں کہ احترام میں کوئی فرق نہ تھا اور اب بھی یہی صورت ہے۔ الغرض ان مسائل کے اختلاف کو دیوبندی بریلوی اختلاف سمجھنا صحیح نہیں ہے دیوبند و بریلی کا اصل اختلاف و نزاع، جیسا کہ عرض کیا گیا وہی ہے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے تکفیری فتووں سے پیدا ہوا ہے اور ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ وہ کس قدر بے بنیاد ہے کیونکہ جہاں کو بنیاد قرار دے کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حضرات علماء دیوبند کی تکفیر کی تھی وہ حضرات ان عقیدوں سے نہ صرف تبری اور تماشی کرتے ہیں بلکہ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایسے عقیدے رکھنے والا خود ہمارے نزدیک بھی کافر ہے اور مولوی احمد رضا خاں صاحب کے خلاف انصاف کی

عدالت میں عرصہ دراز سے ان کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے ہماری طرف بالکل بے اصل فتوؤں کی نسبت کر کے اور ہماری عبارتوں میں ناجائز قطع و برید کر کے اور ان کو توڑ موڑ کر ہم پر یہ بہتان لگائے ہیں اور وہ اپنے اس دعوے کا نہایت روشن اور ناقابل تردید ثبوت بھی نئے چکے ہیں اور یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کی آخری فیصلہ کن دستاویز ہے۔

الفرض مسلمانوں کی اس قیمتی پرکس قدر قائم کیا جائے اور ان کی اس سادہ لوحی اور بروقنی پرکشندہ دنیا جائے کہ ایسا بے بنیاد اختلاف، اپنی وسعت اور پھیلاؤ اور مغرت کے لحاظ سے ان کا سب سے بڑا اختلاف ہو، ہندوستان و پاکستان میں مسلمانوں کی بہت ہی کم خوش نصیب بستیاں ہوں گی جہاں کے مسلمان اس بے بنیاد دیوبندی بریلی اختلاف کی محسوس اور تباہ کاری سے بالکل محفوظ ہوں۔

اس اختلاف کو بے حقیقت اور بے ثبوت ثابت کرنے اور عام مسلمانوں پر یہ دھج کرنے کے لیے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے علماء دیوبند کی طرف کا فرائض عقائد کی نسبت کر کے ان کی تکفیر کی ہے وہ ہرگز ان حضرات کے عقائد نہیں ہیں۔ علماء دیوبند کی طرف سے اس سلسلے میں بہت کچھ کہا اور لکھا گیا ہے لیکن اب ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۳ء میں اسی موضوع پر پلاہور میں ہونے والے ایک ایسے مناظرہ میں پیش کرنے کے لیے (جس کا فیصلہ دینے کے لیے علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم اور ان کے ساتھ دو اور ایسی ہی ممتاز شخصیتیں کو حکم بھی تسلیم کر لیا گیا تھا) جو ایک مفصل بیان محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تصور صاحب ثنائی مذلتہ نے علماء دیوبند کی طرف سے تیار کیا تھا جو بعد میں فیصلہ کن مناظرہ کے نام سے متعلق رسالہ کی شکل میں بھی شائع ہو گیا تھا، بلاشبہ اس موضوع پر وہ حرف آخر ہے اور سچ یہ ہے کہ اس نے اس اختلاف کے باقی رہنے کے لیے ذرا بار بھی گنجائش نہیں چھوڑی ہے۔



مدتِ حراز سے یہ بیانِ نایاب تھا اور ملک کے خاص حالات کی وجہ سے اس کی اشاعت کی خاص ضرورت بھی نہ تھی۔ مگر اب پاکستان کے مختلف شہروں میں اس فقہ کے طلبہ اور محققین نے اسی فقہ انجینی کا پناہ پیشہ اور سانشی ذریعہ بتالیا ہے) پھر اس دفع شدہ فقہ کو اکھاڑ ہے ہیں اور ملک کے مختلف حصوں سے اس ملک کے بڑھنے کی اطلاعیں آرہی ہیں اس آگ کو بجھانے اور نزاع کو ختم کرنے کے لیے ضرورت تھی کہ اس رسالہ کو پھر شائع کیا جائے چنانچہ مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی خضا پیدا کرنے اور باہمی شقاق و خلاف کو دور کرنے کے اطلاق نیکامہ اصح احوال کے جذبہ کی بنا پر ہمارا ادارہ اسے شائع کر رہا ہے۔

کچھ مہینے پہلے مصنف مدّرح نے اس فقہ کے متعلق ایک نہایت مفید اور بصیرت افروز مضمون بھی انصاف میں شائع کیا تھا ہم نے مناسب سمجھا کہ مقدمہ کے طور پر اس کو بھی اس کتاب میں شامل کر دیں۔ اس پیشِ نظر کے بعد ناظرین کرام اسی کو پڑھیں گے۔ اس کے بعد مولانا نعمانی ہی کے قلم سے صفحہ ۲۲ پر تعارف و معذرت کے عنوان سے ایک تعارفی نوٹ ہے۔ — بعد ازاں صفحہ ۲۷ سے ۴۱ کتاب شروع ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ناظرین کو اس سے فائدہ پہنچائے اور اس فقہ کے فروغ دینے کا اس کو ذریعہ بنائے  
والحمد للہ اولاً و آخراً۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ



# بریلی کا مخفی شری قلم

ماضی اور حال

از  
مولانا محمد منظور صاحب نعمانی

اس دُنیا میں بعض واقعات اس قدر عجیب و غریب اور بعید از قیاس ہوتے ہیں کہ عقل ہزار سرمائے مگر ان کی کوئی معقول توجیہ کرنے سے عاجز رہتی ہے۔  
حضرات انبیاء علیہم السلام اور ان کی دینی دعوت کے ساتھ ان کی قوموں نے عام طور سے جو سلوک کیا وہ بھی دُنیا کے ایسے ہی عجیب و غریب اور بعید از قیاس واقعات میں سے ہے۔ خود اس دُنیا کے پیدا کرنے والے اور چلنے والے خالق و پروردگار نے کتنے عجیب انداز میں اس پر حسرت کا اظہار کیا ہے۔  
يَا حَسْرَتًا عَلَى الْعِبَادِ  
مَا يَأْتِيهِمْ مِنْ رَبِّ سَوِيٍّ ۖ اَلَا كَانُوا بِهٖ يَسْتَكْبِرُوْنَ ۝۵  
لہٰ اے کیسی حسرت ہے ان بندوں پر ہماری طرف سے جو رسول بھی ان کے پاس بھیجے یہ اُن کے ساتھ تسخر اور استنزا سے ہی پیش آئے۔

مثال کے طور پر صرف خاتم النبیین سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی سرگزشت کو اس نظر سے حدیث و سیر کی کتابوں میں دیکھ لیا جائے۔ آپ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے۔ بچپن ہی سے صورت میں دلکشی و محبوبیت اور عادات میں معصومیت تھی۔ اس لیے ہر ایک محبت و احترام کرتا تھا، گویا آپ پوری قوم کو پیار سے اور اس کی آنکھ کے تارے تھے۔ پھر جب عمر مبارک چالیس سال کی ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے صورت و سیرت کی اس محبوبیت و معصومیت کے ساتھ نبوت کا کمال اور رسالت کا جلال و جمال بھی عطا فرمادیا جس کے بعد سیرت اور زیادہ بلند ہو گئی۔ زبان سے علم و حکمت کے چشمے پھوٹنے لگے اور پیدائشی حبیب و جمیل چہرہ میں اب نبوت کا نور بھی چمکنے لگا۔ پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ اپنی قوم کو توحید اور اسلام کی دعوت دیں۔ آپ نے پورے اخلاص، کابل محبت اور انتہائی حکمت کے ساتھ درد اور سوز سے بھری ہوئی اس آواز میں جس سے پتھر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اپنی قوم کے سامنے توحید اور اسلام کی وہ دعوت پیش کی جس کا حق اور معقول ہونا اور آپ کی قوم اور ساری انسانیت کے لیے سراسر رحمت ہونا گویا بالکل بدیہی تھا۔ عمل کا فیصلہ اور قیاس کا تقاضا یہی تھا کہ پوری قوم جو پہلے ہی سے آپ کی گرویدہ تھی اور آپ کو صادق و امین سمجھتی اور کہتی تھی وہ آپ کی اس دینی دعوت پر ایک زبان ہو کر لبیک کہتی اور پروانہ دار آپ پر ٹوٹ پڑتی اور کم از کم مکہ میں تو ایک بھی مکذّب اور مخالف نہ ہوتا۔ لیکن ہوا یہ کہ گنتی کے

چند سعادت مندوں کے سوا ساری قوم آپ کی تکذیب اور مخالفت پر متفق ہو گئی جو ہمیشہ سے صادق و امین کہتے اور عقیدت کے پھول چڑھاتے تھے۔ وہی شاعر و مجنون اور ساحر کذاب کہنے لگے اور آپ کے خلاف نفرت و عداوت کی آگ بھڑکانا ان کا محبوب ترین شغل بن گیا۔ پھر تو قریباً دس سال تک آپ کے ان ہی جاننے پہچاننے والوں نے اس قدم ستایا اور ایسی ایسی کمینہ حرکتیں کیں کہ خود ارشاد فرماتے ہیں: "مَا أُذِي فِي اللَّهِ أَحَدًا مِثْلَ مَا أُذِيَتْ" (اللہ کی راہ میں اس کے کسی بندہ کو کبھی اتنا نہیں ستایا گیا جتنا کہ مجھے ستایا گیا ہے)

بیچاری عقل حیران ہے، ایسا کیوں ہوا؟ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان دونوں مکہ میں دماغوں کو خراب کر کے آدمیوں کو پاگل بنا دینے والی کوئی خاص ہوا چلی تھی جس کے اثر سے ساری قوم کی قوم پاگل ہو گئی تھی اور آپ کے ساتھ یہ جو کچھ اس نے کیا، وہ پاگل پنہ کی وجہ سے کیا۔

اسی کی دوسری مثال اُمت میں لیجیے! حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی مرتضیٰ (رضی اللہ عنہم جمعین) یہ چاروں بزرگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب القدر صحابی ہیں اور اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تاریخ سے کچھ بھی واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ اللہ و رسول کے ساتھ اور ان کے اور ان کے متعقد دین کے ساتھ ان چاروں بزرگواروں کی وفاداری اور ان کا انکسار ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اللہ کے ان صادق بندوں اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کے ان جان نثاروں نے حضور کے زمانہ میں اور آپ کے بعد اسلام کے لیے جو کچھ قربانیاں کیں اور اللہ کے مقدس دین کی جو خدمات انجام دیں وہ آفتاب سے زیادہ روشن اور دُنیا کے زیادہ سے زیادہ مشہور و مُسَلَّم واقعات سے زیادہ مُسَلَّم و مستند ہیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سے مواقع پر اپنے ان چاروں جان نثاروں کی خدمات اور قربانیاں کا جس محبت اور قدر دانی کے ساتھ اعتراف فرمایا اور ان کے مقبول اور جنتی ہونے اور جنت میں بھی اپنے پاس اور اپنے ساتھ رہنے کی بار بار جو شہادتیں اور بشارتیں دیں وہ اپنے تواتر کی وجہ سے قریب قریب ایسی ہی یقینی اور ناقابل شک شک ہیں جیسا کہ عقیدہ توحید و عقیدہ قیامت اور نماز اور روزہ اور حج و زکوٰۃ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات سے ہونا قطعاً غیر مشتبہ اور یقینی ہے — لیکن غور کیجئے اس امت کی تاریخ کا یہ کیا عجیب و غریب اور ناقابل فہم واقعہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی دور ہی میں خود مسلمانوں میں ایسے سبعل فرقے پیدا ہوئے جن کی خصوصیت اور جن کا اقیار صرف یہی ہے کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جلیل القدر اور ممتاز صحابہ کے ایمان ہی سے انکار تھا اور وہ (معاذ اللہ) ان کو کافر و منافق اور گردن زدنی کہنے پر مُصر تھے اور اب تک بھی یہ فرقے دُنیا میں موجود ہیں — کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں کے قدیم ترین فرقہ شیعہ کی خصوصیت اور اس کا اقیار یہی یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کی عداوت و بدگوئی اور ان کے مومن و مخلص ہونے سے انکار، ان کے مذہب کی بنیاد یا کم از کم ان کا مذہبی شعار ہے اور اس معاملہ میں ان کا غلو اور جنون اس حد کو پہنچا

ہوا ہے کہ ان کے بہت سے چرٹی کے ”مہذب“ اور تعلیم یافتہ ”افراد تہذیب و رواداری کے اس دُور میں بھی اپنے اس حال کے اظہار سے نہیں شرماتے کہ ان بزرگوں کی تعریف و مع میں کسی اور کا بھی کچھ کہنا ان کے لیے ناقابلِ برداشت ہے اور اس کے برعکس ان پاک ہستیوں پر تبرا بازی ان کا محبوب ترین مشغلہ اور ان کے نزدیک کارِ ثواب ہے۔

ناطقہ سرِ بگریباں کہ اسے کیا کیسے !

خلاف عقلِ مبادلانہ کج بخشیرں کو تو چھوڑ دیجیے اور پھر ٹھنڈے دل سے غور کیجئے کہ کیا کسی کی عقل بھی ان لوگوں کے اس طرزِ عمل کی کوئی معقول توجیہ کر سکتی ہے؟ کون کہہ سکتا ہے کہ اس فرقہ والے سب پاگل اور عقلِ عام سے محروم ہیں، واقعہ یہ ہے کہ اُن میں بڑے بڑے تعلیم یافتہ، بڑے بڑے دانشور اور ایک سے ایک ذہین و فطین ہر دُور میں رہے ہیں اور آج بھی موجود ہیں۔ بلکہ اس فرقہ کے جن ممتاز عاملوں اور مصنفوں نے خاص اسی موضوع (مطالعہٴ خلفاء ثلاثہ) پر ضخیم ضخیم کتابیں لکھی ہیں، اُن کی وہی کتابیں شاہد ہیں کہ نہ وہ پاگل ہیں نہ بے خبر جاہل ہیں، بلکہ ————— ”أَضَلَّهُمُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ“ کا قابلِ عبرت نمونہ ہیں۔

یہی حال اُن کے اصل حریف اور مدِّ مقابل فرقہ یعنی خواہج و نواصب کا ہے ان بد بختوں کے نزدیک سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ (معاذ اللہ) ایسے بد دین اُس درجہ کے دشمنِ اسلام، ایسے مجرم اور گردنِ زدن تھے کہ ان کو ختم کر دینا نہ صرف کارِ ثواب بلکہ ان کے قاتل کے جنت میں پہنچنے کا یقینی ذریعہ تھا، مورخین نے لکھا ہے کہ جب

شعی ابن ملجم نے سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر تلوار سے وار کیا اور اس کو معلوم ہو گیا  
 کہ وار بھر لو پڑا اور حضرت مدوح کی زندگی ختم کر دینے کے اپنے منصوبہ میں فہ کامیاب  
 ہو گیا تو گرفتار ہونے کے باوجود وہ کہتا تھا کہ "فَزْتُ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ" (اس بخت  
 کا مطلب یہ تھا کہ (سیدنا) علی کو خاک و خون میں تڑپا کے اور اُن کی شیع حیات گل کر کے  
 میں نے نجات اور جنت حاصل کرنے کا سامان کر لیا، اور خواہ اس زندگی میں اب مجھ پر  
 کچھ بھی گزرے، لیکن مرنے کے بعد آخرت کی کبھی نہ ختم ہونے والی زندگی میں میرا یہ عمل  
 مجھے جنت میں ضرور پہنچا دے گا) — بتائیے اگر عقل بیچاری اس گمراہی اور  
 عقل باختگی کی کیا توجیہ کرے؟ — جو لوگ تاریخ کے ذریعہ ابن ملجم اور اس کے  
 فرقہ کے حالات سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ یہ فرقہ بھی پاگلوں اور اُن پڑھ جاہلوں  
 کا فرقہ نہ تھا، بلکہ اُن میں بہت سے اچھے خاصے علم و فہم والے بھی تھے اصل  
 بات یہ ہے کہ جب کوئی شخص حُب مال یا حُب جاہ یا ایسے ہی کسی اور غلط جذبہ کے  
 تحت کسی معاملہ میں اللہ کی ہدایت کے بجائے اپنے نفس کی خواہشات اور اپنے ذاتی  
 جذبات و خیالات کی پیروی کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کم از کم اس خاص معاملہ میں خدا ترسی  
 حق بینی کی صلاحیت اور فہم سلیم کی دولت اس سے چھین لی جاتی ہے اور پھر بظاہر  
 عقل و ہوش رکھنے کے باوجود اس سے اس معاملہ میں ایسی ایسی حرکتیں سرزد ہوتی  
 ہیں کہ عقل سلیم ان کی کوئی توجیہ بھی نہیں کر سکتی۔ ایسے ہی لوگوں کے متعلق قرآن کا بیان  
 ہے : لَّهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ اُذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ

لَا يُبْعِرُونَ بِهَا إِنَّهُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۝

محل و خود کی گمراہی کی ایسی مثالیں اسلامی تاریخ کے بعد کے دوروں میں بھی بکثرت ملتی ہیں اور مختلف زمانوں میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہے ہیں جنہوں نے اپنے زمانہ کے اچھے سے اچھے اور نہایت نیک سیرت بندوں کی عداوت و دشمنی و بدگویی و ایذا رسانی کو اپنا خاص مشغلہ بنایا، بلکہ شاید امت کے اکابر و ائمہ میں سے شاذ و نادر ہستیاں ہی ایسی ہوں گی جن کو نبوت کی اس میراث سے حصہ نہ ملے ہو

شیخ تاج الدین سبکی نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں ربیع اور غصہ کے ساتھ لکھا ہے:

مَا مِنْ إِمَامٍ إِلَّا وَقَدْ أَتَمَّتْ كَاكُونُ إِمَامٍ إِيْمَانِيْسٍ هِي

طعن فيه طاعنون كوحمله كرفن والون نے اپنے حملوں کا نشانہ

وهلك فيه هالكون نه بنایا ہوا اور جس کی شان میں گستاخیاں

كركه هلك هونے والے ہلاک نہ ہوتے ہوں

اس وقت جس افسوسناک اور تکلیف دہ واقعہ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

لے اُن کے دل میں گر یہ اُن سے سچے نہیں ان کے کان میں گر یہ اُن سے سنتے نہیں۔ ان کی آنکھیں میں گر یہ ان سے دیکھتے نہیں یہ تو بس جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گرنے اور زیادہ گمراہ ہیں۔



حقیقتوں کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن جہاں تک بشری معلومات اور اطلاعات کا تعلق ہے اپنے دل کے پورے اطمینان کے ساتھ اور بلا خوف تردد کہا جاسکتا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہؒ و شاہ عبدالعزیزؒ کے بعد تیرھویں صدی ہجری (اور انیسویں صدی عیسوی) میں ان کے اخلاف و وارثین حضرت شاہ اسماعیل شہید و حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے اللہ کی راہ میں جو قربانیاں دیں اور اسلام کے فروغ اور اس کی سرسبزی کے لیے جو محنتیں کیں یہاں تک کہ بالاکوٹ کے معرکہ میں اسی راہ میں اپنی جانیں بھی قربان کر دیں، اور پھر ان کی ان محنتوں اور قربانیوں کا یہاں کے مسلمانوں پر جو اثر پڑا اور اس ملک میں دین کی جو تجدید ظہور میں آئی اور صلاح و تقویٰ اور تعلق باللہ اور روح جہاد اور اتباع سنت کی صفات کو جو نئی زندگی اس ملک میں ملی اور ان صفات میں خود ان بزرگوں کا جو حال تھا، ان سب چیزوں کو پیش نظر رکھنے کے بعد اس میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور میں اللہ تعالیٰ کے خاص معتبر بندوں میں سے تھے ————— پھر بعد کے دور میں (یعنی تیرھویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں) ان ہی مجاہدینِ ملت اور مصیبینِ امت کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور ان کے خاص رفقاء کہ اللہ تعالیٰ نے اس ملک میں اپنے مقدس دین کی حفاظت و خدمت کی جو توفیق دی اور ان کی جدوجہد سے توحید و سنت اور عام اسلامی تعلیمات کی اس ملک میں جو اشاعت ہوئی اور علم و عمل اور عشق و فناءیت کی جامعیت کے لحاظ سے خود ان بزرگوں

لا جو حال تھا، اور یہ مبارک صفات اُن کے ذریعہ امت کے مختلف طبقات میں جس طرح پھیلنے پر پھیلیں، ان سب چیزوں کو اور ان کے اثرات و ثمرات کو اکھوں سے دیکھنے کے بعد دل کو اس میں فدا شبہ نہیں رہتا کہ یہ حضرات اس دور کے خاصانِ خدا میں سے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی خدمت اور توحید و سنت کی اشاعت کے لیے اور ان کے طلبِ کراپنے خاص تعلق کے واسطے چن لیا تھا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کی وراثت و نیابت میں ان بندگانِ خدا کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ اسی دور میں کچھ ایسے لوگ بھی پیدا ہوئے جنہوں نے ان حضرات کو بدنام کرنا اور ان پر جھوٹی تہمتیں لگا لگا کر مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا کرنا اپنا مشغلہ بنالیا۔

تیرھویں اور چودھویں صدی کے ان مجاہدین فی سبیل اللہ اور محافظینِ سنت و شریعت و مصلحینِ اُمت کے خلاف فتویٰ بازی اور فرقہ انگیزی و افتراء بازی میں اس دور کے جن صاحب نے سب سے زیادہ حصہ لیا اور جرّ و الذی توّلی کِبْرًا کے مصداق ہیں وہ بریلی کے مولوی احمد رضا خاں صاحب ہیں جو اپنی اس مخفی بازی ہی کی وجہ سے یہ مقام حاصل کر چکے ہیں کہ ایمان والوں کی بے پناہ تحفیر کی مثال میں عالمِ طوطی سے ان ہی کا نام بطور ضربِ المثل کے نابوں پر آتا ہے۔

ان خان صاحب نے پہلے تو عرصہ تک حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کو اپنی بدگوئی اور گفربازی کا نشانہ بنایا اور اپنے رسالوں اور فتوؤں میں ایسے ایسے گندے اور خبیث

عقیدے ان کی طرف منسوب کیے جن کی نقل سے بھی ایمانی رُوح لرزتی ہے۔ برسوں ان بزرگوار کا یہی مشغلہ رہا۔ ایک ایک رسالہ اور فتوے میں راہِ خدا کے اس شہید کو تشریح اور کچھ تر کچھ پتر وجہ سے کافر ثابت کر کے یہ اپنے شوقِ تکفیر کا مظاہرہ کرتے رہے۔

اس کے بعد انھوں نے اسی ولی الہی خاندان کے علمی و روحانی وارثین حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ اکابرِ جماعت دیوبند کو اپنی مشقِ بستم کے لیے انتخاب کیا اور پھر زندگی بھر ان ہی بزرگوں کی بدگوئی اور تکفیر کر کے ان کے حسنات میں اضافہ اور درجات میں ترقی کا سامان کرتے رہے۔ سب سے پہلے ۱۲۲۱ھ میں اپنی کتاب "المعتمد المستند" میں ان حضرات کو انکارِ ختمِ نبوت اور تکذیبِ رب العزت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص و اہانت کا مجرم قرار دے کر ان کی قطعی تکفیر کی۔

لیکن ان کی فتوے بازی اور کافر سازی چونکہ نہایت بدنام اور رُسوا ہو چکی تھی اس لیے اس کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ جن بزرگوں کی تکفیر کی گئی تھی انھوں نے بھی کوئی فوٹس نہیں لیا مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنے فتوے کا یہ حشر دیکھ کر ایک نیا منصوبہ بنایا

۱۲۲۳ھ میں انھی بزرگوں کی تکفیر کا ایک فتویٰ انھوں نے مرتب کیا جس میں وہی انکارِ ختمِ نبوت اور تکذیبِ رب العزت و اہانت حضرت رسالت جیسے صریح کفریات کو ان بزرگوں کی طرف منسوب کر کے ان کی قطعی تکفیر کی، ایسی قطعی تکفیر کہ جو شخص ان کو مسلمان انے یا ان کے کافر ہونے میں شک بھی کرے، اس کے بارے میں بھی لکھا کہ وہ بھی قطعی کافر، دائرہٴ اہلام سے خارج اور جہنمی ہے۔ تکفیر کی اس سراسر جعلی اور مغتربانہ دستاویز کو لے کر

مولوی احمد رضا خان صاحب اُسی سال حجاز گئے اور مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے حضرات علماء و مفتیین کے پاس پہنچ کر نہایت ہی عیارانہ اور پُر فریب انداز میں ان حضرات سے فریاد کی کہ ہندوستان میں اسلام پر بڑا سخت وقت آگیا ہے مسلمانوں ہی میں بعض لوگ ایسے ایسے کافرانہ عقائد رکھنے والے پیدا ہو گئے ہیں اور عام مسلمانوں پر ان کا اثر پڑ رہا ہے۔ ہم غریب اس فتنہ کی روک تھام کر رہے ہیں مگر اس مہم میں ہم کو آپ کی اس مدد کی ضرورت ہے کہ ان بد عقیدہ لوگوں کی تکفیر کے اس فتوے کی آپ حضرات بھی تصدیق فرمادیں، چونکہ آپ اللہ کے مقدس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک شہر کے رہنے والے ہیں اس لیے دینی رہنمائی کے بارہ میں ہندوستان کے ہم مسلمانوں کو آپ ہی حضرات پر پورا اعتماد ہے اور اس وجہ سے اس فتوے پر آپ ہی کی تصدیقی مہر میں ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کفر و بد دینی کے اس سیلاب میں بہنے سے روک سکتی ہیں ورنہ فتنہ ایسا شدید ہے کہ ان کا ایمان پر قائم رہنا مشکل ہے، اللہ المدد اے خدا کے شہر والے الغیث الغیث اے لشکر محمدی کے شہسوارو!!

الغرض مولوی احمد رضا خان صاحب نے اُن علماء حرمین کے سامنے جو اصل واقعات سے بالکل بے خبر تھے اور اردو زبان سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے ان

لے مولوی احمد رضا خان صاحب نے جو فتویٰ علماء حرمین کے سامنے پیش کیا تھا جو بعد کو تمام الحرمین کے نام سے چھپ کر شائع ہوا۔ یہ اسی کی تمہید کا حاصل اور خلاصہ ہے..... جھوٹے آئندوں اور جھوٹی آہوں سے اللہ کے نیک اور بھرے بندوں کو متاثر کرنا مکاری کا ایک فن ہے اور مولوی احمد رضا خان صاحب کی تمام الحرمین کی تمہید اس کا خاص نمونہ ہے۔ ہم نے قمریت اپنے الفاظ میں اس کا حاصل اور خلاصہ لکھ دیا ہے۔

اکابر جماعت دیوبند کی وہ کتابیں بھی نہیں پڑھ سکتے تھے جن کی طرف مولوی احمد رضا خاں صاحب نے انکا بختہ نبوت وغیرہ کفریہ مضامین منسوب کیے تھے۔ اپنا یہ جعلی فتویٰ اس انداز میں اور اس تمہید سے پیش کیا کہ گویا ہندوستانی مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اب بس اس فتوے سے اور اس پر علماء حرمین کی تصدیقی مٹھری لگ جانے سے وابستہ ہے اگر یہ نہ ہوا تو گویا وہ سب سُندھی اور مُرتد ہو جائیں گے — فعوذ باللہ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔

محققہ اور مدینہ طیبہ کے بہت سے نیک دل علما نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی ان سب باتوں کو واقعہ سمجھا اور اس کے بعد جیسا کہ ان کو چاہیے تھا انھوں نے پُرسے دینی جوش کے ساتھ اس تکفیری فتوے پر تصدیقی لکھ دیں لیکن بعض اہل فراست کو اپنی ایمانی فراست سے اور بعض کو دوسری اطلاعات سے اس معاملہ میں شک ہو گیا، اور انھوں نے احتیاط فرمائی اور اس حال میں پھنسنے سے بچ گئے بلکہ

قصہ مختصر یہ جعلی فتویٰ جس کی بنیاد محض غلط بیانی اور افترا پر دازی پر تھی ہندوستان لاکر سام الحرمین کے نام سے شائع کیا گیا اور ایک شرور دہنگامہ برپا کر دیا گیا کہ ہندوستان کے ان مشاہیر علماء کرام اور جماعت دیوبند کے اکابر عظام (حضرت مولانا محمد فارہم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی) کے متعلق مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کے علماء و مفتیین نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے کہ (معاذ اللہ) یہ سب ایسے قطعی کافر اور مُرتد ہیں کہ جو شخص ان کے

کافر اور ناروی ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر اور جہنمی ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کی اس چال نے ہندوستانی مسلمانوں میں ایک طوفانی فتنہ کھڑا کر دیا اور شاید ہزاروں یا لاکھوں سادہ دل بندے جو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی فتویٰ بازی سے بالکل متاثر نہ تھے، علماءِ عربین کے نام سے اس فتنہ میں مبتلا ہو گئے۔ ہمارے وہ بزرگ جن کی تمام تر توجہ اس وقت ہندوستان میں اسلام کی حفاظت کے بنیادی کاموں، درس و تعلیم اور اصلاح و تربیت وغیرہ پر مرکوز تھی اور جنہوں نے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تکفیری سرگرمیوں کی طرف کبھی کوئی توجہ نہیں کی تھی، بلکہ ایسے لوگوں سے الجھنا اور ان کی افترا پر دازیوں کا جواب دینا بھی جن کے اصول اور ذوق کے خلاف تھا۔ جب انھوں نے دیکھا کہ اللہ کے بندوں کو علماءِ عربین کے ناموں سے دھوکہ دیا جا رہا ہے اور وہ بیچارے اس فریب میں اگر فتنہ میں مبتلا ہو رہے ہیں تو اُن حضرات نے بھی اس فریب کا پردہ چاک کر کے اصل حقیقت کا ظاہر کرنا اپنے لیے ضروری سمجھا۔ — چنانچہ حسام الحرمین میں جن چار متذکرہ محدث بزرگوں کی طرف عقائدِ کفریہ منسوب کر کے تکفیر کی گئی تھی، اُن میں سے جو دو بزرگ بحیم الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ اور مخدوم الملت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اس وقت اس دنیا میں رونق افروز تھے۔ انھوں نے اسی زمانے میں اپنے بیانات دیے، جن میں اُن کفریہ عقائد سے اپنی براہِ حقانیت اور صاف لکھا کہ حسام الحرمین میں جاری طرف جو عقائد مولوی احمد رضا خاں صاحب نے منسوب کیے

ہیں، وہ ان کا ہم پر محض اقترا ہے۔ ایسے عقیدے رکھنے والوں کو ہم خود بھی کافر سمجھتے ہیں۔ ان بزرگوں کے یہ بیانات اُس دور کے رسائل السحاب المدرار اور قطع الوتین وغیرہ میں اسی وقت شائع ہو گئے تھے بلکہ حضرت تھانویؒ کا بیان تو ایک مختصر اور مستقل رسالہ کی صورت میں بسط البنان کے نام سے بھی شائع ہوا تھا۔

اُسی زمانہ میں ایک خاص واقعہ یہ بھی پیش آیا کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے حجاز سے واپس آجانے کے بعد حرمین شریفین میں خاص کر مدینہ طیبہ میں اس کا چچا ہوا کہ ہندوستان کے اس مولوی نے جن لوگوں کی تکفیر کی قصد یقین کرائی ہے ان کے عقائد کے بارہ میں اس نے غلط بیانی کی ہے۔ یہ سن کر وہاں کے بعض علمائے کرام نے خود علمائے دیوبند کی طرف رجوع کر کے معاملہ کی تحقیق کرنا ضروری سمجھا، چنانچہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے حسام الحرمینؒ میں ان حضرات کے متعلق جو کچھ لکھا تھا اور علماء حرمین کے قلوب میں ان کی طرف سے بغض و نفرت پیدا کرنے کے لیے جو کچھ اس کے سوا زبان سے کہا تھا، اس سب کو پیش نظر رکھ کر ان حضرات نے ۲۶ سوالات مرتب کیے اور علماء دیوبند سے ان کا جواب چاہا، یہ سب سوالات علماء دیوبند کے عقائد اور ان کے مسلک و مشرب ہی سے متعلق تھے۔ یہاں سے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سارنپوریؒ نے ان کا مفصل اور مدلل جواب تحریر فرمایا جس پر اُس دور کے جماعت دیوبند کے قریباً سب ہی اکابر و مشاہیر نے تصدیقات لکھیں اور وہی جوابات حرمین شریفین اور ان کے علاوہ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کے علماء اور اہل فتویٰ کے پاس بھی بھیجے گئے جن کی

ان تمام حضرات نے بھی تصدیق اور تائید فرمائی اور لکھا کہ یہی عقیدے اہل السنۃ والجماعۃ کے ہیں اور ان میں کوئی ایک عقیدہ بھی عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ سارے سوالات و جوابات اور ہندوستان اور حرمین شریفین اور دوسرے ممالک اسلامیہ کے علماء کرام کی تصدیقات اسی زمانہ میں اردو ترجمہ کے ساتھ ایک ضخیم رسالہ کی صورت میں "التصدیقات لدفع التلبیسات" کے نام سے شائع ہو گئے تھے۔ پھر اس وقت سے اب تک بار بار یہ رسالہ چھپتا رہا ہے، واقعہ یہ ہے کہ خدا ترس طالبان حق کے لیے صرف یہی رسالہ اس سلسلہ میں کافی تھا اور اب بھی کافی ہے۔

اس کے علاوہ ان حضرات اکابر کے تلامذہ اور خدام میں سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی اور حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب چاند پوری نے (جو اس وقت جماعت دیوبند کے نوجوان علماء و فضلاء میں سے تھے) مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس جلی فتوے "حسام الحرمین" کے جواب میں "السحاب الدرار"، "الشباب الثاقب"، "تزکیۃ الخواطر" اور "توضیح البیان" وغیرہ مستقل رسائل لکھے، جن میں پوری تفصیل اور وضاحت کے ساتھ دکھلایا کہ بریلوی خاں صاحب نے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ کے بارہ میں "حسام الحرمین" میں کیا کیا غلط بیانی اور ان کی عبارات میں کیسی کیسی تحریفیں کی ہیں اور علماء حرمین کو کیا کیا دھوکے دیے ہیں۔ ان رسالوں نے معاملہ کو اور بھی زیادہ صاف کر دیا، اور گویا بحث ختم کر دی گئی۔



— لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے تحفہ و تفریق کی مہم اُسی طرح جاری رہی۔ مگر ان جراثیم کے بعد اس میں کوئی جان نہیں رہی، اور بازار سرد پڑ گیا۔

پھر ۲۶-۲۷ (۱۲۷۶ء) میں، یعنی حسام المحرمین کی پہلی اشاعت سے قریباً ۲۰ برس بعد مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اخلاف نے اس فتنہ کو پھر ایک دفعہ زور شور سے اٹھایا اور پھر فتوے بازی، چیلنج بازی اور اشتہار بازی کے ذریعہ اپنے بازار میں گرمی پیدا کرنے کی کوشش کی اور رنج و افسوس کے ساتھ عرض کرنا پڑتا ہے کہ بیچارے عام مسلمانوں کو پھر دیکھا گیا کہ مذہب سے ناواقفیت اور سادہ لوحی کی وجہ سے پھر ان فتنہ پردازوں کا شکار ہو رہے ہیں، اور ایسے ایسے جاہل جن کو کلمہ بھی نہیں آتا ان فتنہ پردازوں کی باتوں سے متاثر ہو کر اور کارِ ثواب سمجھ کر اکابر علماء اور بزرگانِ دین کو کافر کہتے پھر رہے ہیں، گھر گھر خانہ جنگیاں ہیں اور مسجدیں اور عید گاہیں تک میدانِ جنگ بنی ہوئی ہیں۔

اس عاجز راقمِ سطور نے اسی سال دارالعلوم دیوبند میں دورہ حدیث ختم کیا تھا اور حسن اتفاق بھیجے یا سورہ اتفاق کہ میرے وطن اور قرب و جوار میں اس وقت اس فتنہ کے شعلے خوب بھڑک رہے تھے — حالات کا تقاضا بھی تھا اور جوانی کے جوش کو بھی اس میں ضرور کچھ دخل تھا کہ اس آگ کے بجھانے اور اُس کے لگانے والوں کا آخری مدت تک مقابلہ اور تعاقب کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ پھر قریباً دس سال تک اپنے دوسرے کاموں درس و تصنیف وغیرہ کے ساتھ یہ شغل بھی سرگرمی سے جاری رہا اور یہاں بغیر کسی

تواضع اور انکسار کے اس کا ذکر کر دینا ہی مصلحت ہے کہ اپنے نزدیک کوئی کسبوتی نہیں رکھی۔ جہاں ضرورت معلوم ہوئی وہاں خود پہنچ کر اور گھیر گھیر کے تکفیر کے ان علمبرداروں سے مناظرے بھی کیے اور ان کے دعووں کی تردید میں چھوٹے بڑے مستقل رسائل بھی لکھے (جن کی تعداد ۲۰-۵۰ سے کم نہ ہوگی) بلکہ اب سے اکیس سال پہلے ۱۳۵۲ھ میں جب الفرقان جاری ہوا تھا تو اس کا خاص موضوع اس وقت اسی فقہ کا مقابلہ تھا۔

لیکن اجارۃ الفرقان سے ۲۰۳ سال بعد ہی (۱۳۵۶ھ ۱۹۳۷ء میں) نظر آیا کہ ہندوستان میں ایک بہت بڑی تبدیلی ہونے والی ہے اور اس کا تعاضد یہ ہے کہ ہم اپنی ساری قوتوں کو اسلام اور مسلمانوں کی اس خدمت پر لگا دیں کہ مسلمانوں کے جن طبقوں میں اسلامی شعور کی کمی ہے اور اسلام کے ساتھ ان کا تعلق کمزور ہے، ان میں اسلامی شعور پیدا ہو اور دین کے ساتھ ان کی وابستگی میں بختگی آئے۔ دل و دماغ پر اس احساس کا ایسا تسلط ہوا، اور یہ فکر ایسا چھایا کہ تھوڑے ہی دنوں میں دوسرے تمام کاموں سے بچپی ختم ہو گئی اور سارے کام چھوڑ چھاڑ کے بس اسی ایک کام کو اپنا کام بنالیا۔ یہاں تک کہ بریلی کے اسی تکفیری فقہ کے رد میں بعض اہم کتابیں جو اس وقت لکھی جا چکی تھیں لیکن چھپنے کی ابھی ذہبت نہیں آئی تھی۔ ان کے مسودات کی حفاظت کی بھی فکر نہیں رہی بلکہ ان میں دو کتابیں وہ تھیں جن کے خاصے جتنے کی کتابت بھی ہو چکی تھی، اور صرف اس کا تھنلاً تھا کہ کتابت مکمل ہو جائے تو کاپیاں پریس میں دے دی جائیں، ان کی بھی کتابت کروادی اور جو کاپیاں لکھی جا چکی تھیں ان کی حفاظت سے بھی بے پروائی برتی گئی جس کا انجام یہی ہونا

چاہیے تھا اور ہوا کہ وہ ساری کاپیاں اور سارے مسودات ضائع ہو گئے، جس کا پہلے تو کوئی افسوس نہیں تھا لیکن اب افسوس ہے اور آج کا احساس یہ ہے کہ ”لو استقبلت من امری ما استدرت لہما صنعت ما صنعت“۔

ہندوستان میں آنے والے جس انقلاب کا احساس اس عاجز کو ۱۹۳۶ء میں ہوا تھا جس کے نتائج کی فکر نے اپنے دل و دماغ کو اس طرح بدل دیا تھا، وہ ٹھیک دس سال کے بعد ۱۹۴۶ء میں آگیا اور وہ حالات اور وہ آزمائشیں لے کر آیا جن کا بڑے بڑے پیش پیشوں کو بھی تصور نہ تھا۔ اس انقلاب میں ہندوستان کے مسلمانوں پر جو کچھ گزری اس کی یاد بھی تکلیف دہ ہے، لیکن امید تھی کہ اس بُرائی سے ایک بھلائی ضرور پیدا ہوگی کہ ہندوستان کے عام مسلمانوں کو کچھ عقل آجائے گی اور دین و دنیا کے لحاظ سے اپنے کو بہتر اور قوی تر بنانے والے ٹھوس تعمیری کاموں میں وہ سرگرمی سے لگ جائیں گے اور پھر کوئی بہکانے والا ان کو بہکا کر غلط کاموں میں نہ لگا سکے گا اور بریلی کے اس تکفیری فتنہ جیسا کوئی فتنہ اب ان میں نہیں اُٹھ سکے گا۔ لیکن — خود غلط بود آنچه ما پنداشتیم —

معلوم ہوا کہ اس ہولناک اور قیامت خیز انقلاب سے بھی یہاں کے بہت سے مسلمانوں نے سبق نہیں لیا اور اپنے نفع و نقصان اور بُرائی بھلائی کو پہچاننے کی کوئی صلاحیت اپنے اندر پیدا نہیں کی — جیسے ہی حالات میں کچھ سکون پیدا ہوا، وہی سب تباہ کن مشغلے اور وہی بے فکریاں اور بیوقوفیاں پھر شروع ہو گئیں، یہاں تک کہ تقریباً دو تین سال سے

(جب سے کہ ہندوستان میں حالات کچھ معتدل ہوئے ہیں) — بہت سے علاقوں میں بریلی کے اس تکفیری قبضہ کے علمبرداروں کے دورے اور ان کی وہی تفریقی سرگرمیاں اور فساد انگیزیاں پھر شروع ہو گئیں —

قریباً دو ڈھائی سال سے یہ حال ہے کہ کم ایسے دن ہوتے ہیں جن میں اس قبضہ و فساد سے متعلق خطوط ملک کے مختلف حصوں سے نہ آتے ہوں، ان خطوط میں عام طور سے یہی لکھا ہوتا ہے کہ ”بریلوی سلسلہ کے فلاں مشور مکھڑ مولوی صاحب ہمارے یہاں آئے ہوئے ہیں اور یہاں ان کی تقریروں نے قبضہ و فساد کا ایک طوفان برپا کر رکھا ہے۔ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں خانہ جنگی اور سر پھٹول کی صورت پیدا ہو گئی ہے۔ وہ ہندوستان کے فلاں فلاں اکابر علماء اور بزرگان دین کا نام لے لے کر ان کی طرف ایسے ایسے گندے عقیدے منسوب کر کے برسرِ عام ان کی تحفیر کرتے ہیں اور ہندوستان میں دینی و ملی کام کرنے والی جماعتوں میں سے خاص کر جمعیتہ العلماء اور تبلیغی جماعت کے خلاف جھوٹے جھوٹے بہتان لگا کر عام مسلمانوں میں ان کے خلاف نفرت اور اشتعال پیدا کرتے ہیں اور اپنے جاہل سامعین سے ہاتھ اٹھوا اٹھوا کر ان جماعتوں کی مخالفت کرنے کا عہد لیتے ہیں، اس کا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ عام مسلمانوں میں دین سے وابستگی پیدا کرنے کا جو کام ہم لوگ کر رہے تھے اس کے راستے میں رکاوٹیں پڑ رہی ہیں اور جن کی ہم خدمت کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری دشمنی اور ہماری مخالفت کو کارِ ثواب سمجھتے ہیں۔

قریباً دو ڈھائی سال سے ملک کے مختلف حصوں سے اس طرح کے خطوط کا تانا بانا

ہوا ہے، اور قریب قریب ہر خط میں یہ اصرار اور تقاضا ہوتا ہے کہ اس شر اور فتنہ سے مسلمانوں کو بچانے کے لیے اور ان مفتریوں کی افترا پر دازی کا جواب دینے کے لیے فوراً پہنچو اور اس سلسلہ کی اپنی خلاں خلاں کتابیں بھجوا دو۔

اس موضوع پر لکھی ہوئی اپنی کتابوں کا معاملہ تو یہ ہے کہ عرصہ سے قریباً وہ سب نایاب ہیں۔ اور اپنے دل کا حال یہ ہے کہ اس میں یہ یقین اللہ تعالیٰ نے بھر دیا ہے کہ اپنے نفس کی خبر گیری اور اصلاح کی فکر کے بعد اپنے وقت اور اپنی قوتوں کا سب سے بہتر اور قیمتی مصروف — خاص کر اس زمانہ میں جبکہ عام مسلمانوں کے ایمانوں پر زخہ کرنے کی سازشیں بلکہ — علانیہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

یہی ہے کہ اُمت محمدیہ کے عوام میں دینی شعور، ایمانی رُوح اور اسلامی زندگی پیدا کرنے کا اصلی اور بنیادی کام کیا جائے، یہی اس وقت کا جہادِ عظیم ہے۔

علاوہ ازیں اپنے پچھلے دور کے دس سالہ تجربہ کے بعد یہ چیز میرے لیے حق یقین بن گئی ہے کہ اس تکفیری فتنہ کے جوڑے لکھے علمبردار اور سرغنہ ہیں، ان کو کوئی غلط فہمی اور کوئی علمی مغالطہ ہرگز نہیں ہے، وہ خود اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہمارے بزرگوں کی طرف جن کافرانہ عقیدوں کی وہ نسبت کرتے ہیں ان سے ہمارے بزرگوں کا دامن بالکل پاک ہے، انھیں مجھے اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ ناخدا ترس محض اپنے دنیوی منافع اور مصالح کے لیے دیدہ و دانستہ ہمارے اکابر پر یہ افترا پر دازیاں اور شہمت

لے اخبار میں حضرات کو معلوم ہو گا کہ ہندو مہاسیما اور آریہ سماج نے ملی کر شہمی کی تحریک چلانے کا فیصلہ حال ہی میں کیا ہے۔ ۱۲۰

تراشیاں کرتے ہیں۔۔۔۔۔ اس لیے اس کی کوئی امید نہیں کہ اگر انھیں تھوڑا  
یا تقریر کے ذریعہ بات سمجھائی جائے تو یہ فتنہ ختم ہو جائیگا۔ ایک دو دفعہ نہیں بار بار  
تحریر کے ذریعہ بھی اور تقریر اور زبانی گفتگو کے ذریعہ بھی اُن کو سمجھانے کی کوشش کی جا چکی  
ہے۔ کتابیں بھی گئیں، مناظرے بھی کیے گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق و  
مدد سے ان کتابوں اور ان مناظروں میں بات کر اس طرح سلجھایا اور سمجھایا گیا کہ اگر فی الحقیقت  
کوئی غلط فہمی ہوتی یا کوئی غلطی معاملہ ہوتا تو یہ قضیہ اب سے بہت پہلے بالکل ختم ہو چکا ہوتا لیکن  
واقعہ یہ ہے کہ چونکہ یہ فتنہ انگیزی اب ان کا پیشہ اور معاشی ذریعہ ہے، اس لیے انھیں اگر  
ہزار دفعہ بھی سمجھایا جائے تو یہ مان کے نہ دیں گے۔ ان کا حال بالکل ان عناد پیشہ دشمنانِ حق  
کا سا ہے جن کے متعلق قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے: "وَجَعَلُوا آيَهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ  
(انھوں نے نہ مانا اور انکار ہی پر جمے رہے، حالانکہ ان کے دل مان چکے تھے)

اس لیے میرا یقین ہے کہ ان پیشہ وروں کو مخاطب بنا کے سمجھانے کی کوشش کرنا  
اب صرف اپنے وقت کو ضائع کرنا اور ان کے کاروبار کو فروغ دینا ہے، لہذا میری قلمی  
رائے ہے کہ اُن سے اب بالکل صرف نظر کر لیا جائے اور قرآن مجید کے الفاظ میں ان کے  
بارہ میں اپنی اس پالیسی کا صاف اعلان کر دیا جائے کہ :

لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَللّٰهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا وَاِلَيْهِ الْمَصِيرُ ثَوْنًا

(یعنی ہماری طرف سے محبت تمام کی جا چکی۔ اب اس کے بعد ہمارے تمہارے درمیان  
کسی محبت اور بحث کی گنجائش نہیں رہی، اب ہمارا تمہارا فیصلہ قیامت کے دن حکمِ الحاکمین

کے دربار ہی میں ہوگا)

الغرض اس تکفیری فتنہ کے جو علمبردار اور سرغنہ ہیں، جنہوں نے اس فتنہ انگیزی کو اپنا پیشہ اور کاروبار بنالیا ہے ان کی طرف تو اب روئے سخن بالکل نہ کیا جائے البتہ جو بیچارے عام مسلمان ان کی مولویانہ صورتوں اور مولویانہ کپڑوں سے دھوکا کھا کر اس تکفیری فتنہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ان کا بیشک حق ہے کہ مناسب طریقوں سے ہمیں سمجھایا جائے اور اس فتنہ سے ان بیچاروں کو نکالنے کی کوشش کی جائے۔

اس سلسلہ میں ایک ابتدائی اور عمومی طریق کار تو یہ ہے کہ جس جگہ یہ فتنہ نمودار ہو وہیں کے بڑھے، لکھے سمجھدار مسلمانوں کو اس فتنہ کی اصل حقیقت اور ان فتنہ گردوں کی واقعی حیثیت سمجھا دی جائے اور پھر وہی اپنے یہاں کے عوام کو سمجھانے کی کوشش کریں۔

نیز ضرورت ہو تو خاص اس مقصد کے لیے جلسے بھی کیے جائیں اور ان میں ان حضرات سے تقریریں کرائی جائیں جو اس فتنہ سے ان فتنہ گردوں سے واقفیت رکھتے ہوں نیز اس سلسلہ میں ایک دو ایسی کتابوں کا چھپ جانا بھی ضروری ہے جن میں ان ناخدا ترس مفتریوں کے ان بہتانوں کا جو یہ ہمارے اکابر اور بزرگان دین پر لگاتے ہیں، پوری تحقیق اور تفصیل کے ساتھ سنجیدہ اور عام فہم انداز میں کافی شافی جواب دیا گیا ہو جن کا مطالعہ کر کے ہر بڑھا بکھا طالب حق اصل حقیقت سمجھ سکتا ہو، اور دُوسروں کو بھی سمجھا سکتا ہو۔

الحمد للہ اس مقصد کے لیے کسی نئی کتاب کی تالیف اور تیاری کی بالکل ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا اس سلسلہ میں جو کام پہلے دور میں ہو چکا ہے وہی ہمیشہ

کے لیے کافی کافی ہے۔ ضرورت صرف اس کی ہے کہ اس سلسلہ کی جراثیم اور زیادہ مفید  
رکنا ہیں عرصہ سے نایاب ہو چکی ہیں، ان کے چھپنے کا کوئی انتظام ہو جائے۔

اگرچہ اس قسم کا کوئی کام کرنا اب اپنے ذوق پر گراں ہوتا ہے، لیکن دو دو حال سال  
سے اس سلسلہ کے خطوط کا جو تسلسل ہے اور اس فقہ کے متعلق جو اطلاعات ملک کے مختلف  
جسٹسوں سے آرہی ہیں، ان سے متاثر اور مجبور ہو کر اتنا کام اس عاجز نے کر دیا ہے کہ اب  
سے ۲۱ سال پہلے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے ”حسام الحرمین“ کا جو اجنبی  
جواب معرکہ یلغم کے نام سے اس عاجز نے لکھا تھا جس کا لقب یا دوسرا نام فیصلہ کن منظرہ  
تھا۔ (اور جو تقریباً بیس برس سے بالکل نایاب تھا یہاں تک کہ اس کا کوئی نسخہ میرے پاس  
بھی محفوظ نہ تھا) کسی طرح ایک نسخہ اس کا فراہم کر کے اور ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر  
اور کچھ غلطی ترمیمیں کر کے اس کو طباعت کے لیے تیار کر دیا ہے۔

اس کے علاوہ یہ فقہ گر مکقرن حضرت شاہ اسماعیل شہید رحمۃ اللہ علیہ پر جو جمعیت اور  
گندے بہتان لگاتے ہیں، اب سے ۲۰۱۹ سال پہلے چند مقالات ان کے جواب میں لکھے  
تھے، ان میں کا ہر مقالہ گویا ایک مستقل رسالہ تھا۔ یہ تمام مقالات بھی اُسی زمانہ سے نایاب  
تھے۔ اب جب ضرورت محسوس ہوئی اور کوشش کی گئی تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے یہ سب  
مقالات بھی دستیاب ہو گئے اور نظر ثانی کر کے ان سب کو بھی ایک مستقل کتاب کی شکل میں  
مرتب کر کے تیار کر دیا۔

بریلوی سلسلہ کے عام مکقرن ہمارے اکابر کے متعلق جن بہتازوں کو اپنی تقریروں میں



زیادہ تر دہراتے اور اُچھاتے میں اور جن پر تکفیر کی بنیاد رکھتے ہیں۔ ان کے جواب کے لیے بغضِ تعالیٰ یہی دو رسالے امید ہے کہ کافی ہوں گے جو تیار کر کے ایک عزیز کے حوالے کر دیے گئے ہیں۔ وہ عزیز ان کو بچانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر وہ انتظام کر سکے تو توقع ہے کہ انشاء اللہ دو تین مہینے میں یہ دونوں رسالے تیار ہو جائیں گے۔

ملک کے مختلف صدوبوں اور علاقوں کے جو احباب بریلی کے اس تکفیری فتنہ کی اس نئی شورش سے پریشان ہو ہو کر اس عاجز کو خطوط لکھتے ہیں اور اصرار کرتے ہیں کہ میں چارس کی طرف توجہ کر دوں، اُن سے گزارش ہے کہ اپنے موجودہ حالات و مشاغل میں اس فتنہ کے شر سے عام مسلمانوں کو بچانے کے سلسلہ میں اس وقت صرف اپنی ہی خدمت اس بلونے اپنے ذمہ ضروری سمجھی کہ اپنی رائے، اپنا مشورہ اور اپنا تجربہ تفصیل سے ان صفحات میں عرض کر دیا اور اس سلسلہ میں جن دو کتابوں کی اشاعت ضروری سمجھی نظر ثانی کر کے ان کو طباعت کے لیے تیار کر دیا، اور جو عزیز ان کو بچانا چاہتے ہیں اُن کو اجازت دے دی اس سے زیادہ جس قسم کی توجہ کے لیے احباب اپنے خطوط میں اصرار کرتے ہیں اس عاجز کے اوقات اور مشاغل و مصروفیات میں اب اس کی بالکل گنجائش نہیں ہے۔ اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا نَحِبُّ وَتَوَضَّعْ وَاجْعَلْ اٰخِرَتَنَا خَيْرًا مِنْ اَوَّلٰی۔

۱۔ ان میں سے پہلا رسالہ فیصلہ کن مناظرہ چھپ کر ناظرین کی خدمت میں حاضر ہو رہا ہے اور دوسرا رسالہ بھی انشاء اللہ غریب تیار ہو جائیگا۔

## تعارف اور معذرت

یہ رسالہ — ”فیصلہ کن مناظرہ“ — جو دراصل مولوی احمد رضا خاں صاحب کے فتوے — ”حسام المؤمنین“ — کا مفصل جواب اور مدلل رد ہے۔ ناظرین کو مطلع سے پہلے اس کی دلچسپ تاریخ اور اس کی خاص نوعیت بتا دینا ضروری ہے۔

اب سے ۲۱-۲۲ سال پہلے کی بات ہے۔ شمال ۱۳۵۲ھ میں حسام المؤمنین کے معنائین پر ایک خاص نوعیت کا مناظرہ لاہور میں ہونا قرار پایا تھا۔ اس کی اہم خصوصیت یہ تھی کہ فریقین کے ان مقامی نمایندوں نے جن کو ابتدائی بنیادی امور طے کرنے کے لیے فریقین نے اپنی اپنی طرف سے نامزد کیا تھا، اس مناظرہ کو ”فیصلہ کن مناظرہ بنانے کے لیے تین نہایت اہم اور ممتاز شخصیتوں کو اس مناظرہ کا حکم بھی تجویز کر لیا تھا — ایک فاضل علامہ سر محمد اقبال مرحوم، دوسرے علامہ اصغر علی صاحب راجی مرحوم (پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) تیسرے شیخ صادق حسن صاحب بیرٹھریٹ لا (اتر سر)۔ اور ان تینوں حضرات نے فریقین کی درخواست پر حکم بننا منظور بھی فرمایا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ بریلی کے مکفیہ نقشبندی پوری تاریخ میں یہ پہلا موقع تھا کہ بریلویوں

کے نمائندوں نے اس نزاع کے فیصلہ کے لیے تحکیم کے اصول کو مانا اور مذکورہ بالاتین شخصیتوں پر اتفاق بھی ہو گیا۔ ہم نے اس موقع کو بہت ہی غنیمت جانا اور طے کر لیا کہ جس طرح بھی ہو یہ مناظرہ ہو ہی جانا چاہیے۔

اس مناظرہ میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کے تکفیری فتوے ”حسام الحرمین“ کے متعلق یہ ثابت کرنے کی ذمہ داری کہ وہ غلط و باطل ہے اور اس کی بنیاد جہل سازی اور افتراء پر دازی پر ہے۔ جماعت دیوبند کے نمائندہ اور وکیل کی حیثیت سے راقم سطور کے سپرد تھی اور اس سلسلہ میں مجھے جو کچھ اپنے پہلے بیان میں حکم صاحبان کے سامنے کنا تھا اور ”حسام الحرمین“ پر جو بحث کرتی تھی، اس کو میں نے اس خیال سے قلمبند بھی کر لیا تھا کہ اس کی ایک کاپی اسی وقت حکم صاحبان کو، اور ایک فریق مخالف کو دی جا سکے۔ لیکن اس مناظرے کا حشر یہ ہوا کہ جب وہ تاریخ قریب آئی اور ہم لوگ (ناچیز راقم سطور محمد منظور نعمانی اور جناب مولانا ابو الرضا صاحب شاہجہانپوری و جناب مولانا محمد سمیع صاحب سنبھلی جو اس دور میں بریلی کے اس تکفیری فتنہ کے مقابلہ میں اکثر ایسے موقعوں پر ساتھ دھا کرتے تھے) لاہور پہنچے تو بریلوی نمائندوں نے اس مناظرہ میں اپنی شکست بلکہ سچ یہ ہے کہ اپنے برپا کیے ہوئے تکفیری فتنہ کی موت دیکھتے ہوئے اپنی روایتی خدایاؤں کے ذریعے پہلے تو تحکیم کی طے شدہ قرارداد سے انحراف کیا اور اُس کے بعد اپنے مفہاد مظاہروں اور اشتغال انگیزوں کے ذریعہ امن کے ذمہ دار حکام کو اس پر مجبور کر دیا کہ وہ سرے سے مناظرہ ہی نہ ہونے دیں۔ بالآخر یہی ہوا اور ہماری ہر طرح کی کوششوں

کے باوجود وہ مناظرہ نہیں ہو سکا۔۔۔ ان تمام واقعات کی پوری تفصیل چونکہ اسی زمانہ میں رسالہ الفرقان کے ابتدائی نمبروں میں اور اس رسالہ فیصلہ کن مناظرہ کے پہلے ایڈیشن میں شائع ہو چکی ہے۔ اس لیے اب اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قصہ مختصر جب لاہور میں یہ مناظرہ نہیں ہو سکا، تو اس عاجز نے اپنا بیان جو اس مناظرہ کے لیے قلمبند کر لیا تھا۔ پہلے قسط دار الفرقان میں اور اس کے بعد مستقل کتابی شکل میں فیصلہ کن مناظرہ ہی کے نام سے شائع کر دیا۔

لاہور میں ہونے والے اس مناظرہ میں بریلوی جماعت کی طرف سے اہل فرتی چونکہ مولوی حامد رضا خان صاحب بریلوی (خلف اکبر و جانشین جناب مولوی احمد رضا خاں صاحب قرار پائے تھے، اس لیے میرے بیان میں دوسرے شخص اُن ہی کی طرف تھا اور جاہجا اُن کے نام کے ساتھ اُن سے خطاب تھا لیکن اب ۲۱-۲۲ سال کے بعد جب اس کی پھر ضرورت محسوس ہوئی اور اس غرض سے میں نے اس کو دیکھا تو اس خطاب خاص اور ان کے نام کو نکال دینا مناسب سمجھا۔ اگر بالفرض کہیں باقی رہ گیا ہو تو اس کو سو سمجھا جائے۔

اس کے علاوہ بھی بعض مقامات پر کچھ لفظی ترمیمیں کی ہیں۔ مگر اس کے بعد بھی میں ناظرین سے بطور معذرت یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر فرصت دیترہوتی تو میں اس کی زبان اور طرز بیان کیسے بدل ڈالتا اور خالص فقہی انداز میں نئے سرے سے لکھتا۔

— لیکن کتاب کی اشاعت چونکہ جلد سے جلد ضروری تھی اور میرے اوقات میں اس کی بالکل

گنجائش نہ تھی کہ میں پوری کتاب کو نئے طرز پر اور نئی زبان میں از سر نو لکھوں اس لیے مجبوراً  
اسی حال میں اشاعت کے لیے دے رہا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن مقبول بندوں کی طرف سے اس میں مداخلت اور جراہی  
کی گئی ہے، اُن کے جن اعمال و افعال سے ان کا رپ کریم راضی ہے، ان کا کوئی ذرہ اس  
ناچیز کو بھی نصیب فرمائے اور ان ہی کی برکت سے اس کتاب کو نافع بنائے۔ آمین!

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

①

# حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی

## انکارِ حتمِ نبوت کا بہتان

مولوی احمد رضا خان صاحب حسام المومنین صفحہ ۱۲، ۱۳ پر (جہاں سے اکابر علمائے اہل سنت کی تحفہ کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) کے متعلق لکھتے ہیں :-

قاسم النانوتوی صاحب تحذیر الناس وهو القائل فيه لو فرض في قاسم نانوتوی جس کی تحذیر الناس ہے اور  
الناس وهو القائل فيه لو فرض في اس نے اپنے اس رسالہ میں لکھا ہے کہ بالفرض  
زمنه صلى الله تعالى عليه وسلم بل لو آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب  
حدث صلى الله تعالى عليه بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے بلکہ اگر  
وسلم نبی جدید لم یحل ذلك بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی  
بغا قیامتہ و انما یتخیل العوام نہ خاتمت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ عوام کے  
صلى الله تعالى عليه وسلم خاتم خیال میں رسول اللہ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ

اے محمد پر ایساں میں رسول اللہ کے بعد صلعم چھا کر اسے شخصِ آج بھی دیکھ سکتا ہے لیکن مولوی محمد رفیع صاحب نے مسلمانوں کو بھٹن کرنے کے لیے اُس کو الٹا دیا، یہ ہے ان کی دیانت ۱۲۰

النبيين بمعنى آخر النبيين انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفهم الى  
 آخر ما ذكر من الهدايات وقد قال  
 في التتمة والاشباه وغيرهما اذا  
 لم يعرف ان محمداً صلى الله تعالى  
 عليه وسلم آخر الانبياء فليس يعلم  
 لآله من الضروريات +  
 آپ سب میں آخر نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ  
 تقدم یا تاخیر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں الخ  
 حالانکہ قافوے تتمہ اور الاشباہ والنظائر وغیرہ  
 میں تصریح فرماتی کہ اگر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کو سب سے پچھلا نبی نہ جانے تو مسلمان نہیں کہ  
 حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر الانبیاء ہو سب  
 انبیاء سے زمانہ میں پچھلا ہو نا ضروریات دین سے  
 ہے۔ ( ترجمہ حسام الحرمین ص ۱۲ ) ( حسام الحرمین ص ۱۲ )

یہ بندہ عرض کرتا ہے کہ خاں صاحب بریلوی نے اس عبارت میں حضرت مولانا  
 محمد قاسم صاحب کے متعلق کفر کا جو حکم لکھا ہے۔ اس عاجز کے نزدیک وہ دھوکا  
 اور فریب کے سوا کچھ بھی نہیں۔ خاں صاحب موصوف اتنے بے علم اور کم سمجھ بھی نہیں  
 تھے کہ ان کے اس فتوے کو ان کی کم علمی اور نا سمجھی کا نتیجہ سمجھا جاسکے۔ واللہ اعلم !  
 اس فتوے کے غلط اور محض تبلیس و فریب ہونے کے چند وجوہ یہ ہیں :-  
 مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اس تحذیر الناس کی عبارت نقل کرنے  
 پہلی وجہ | میں نہایت افسوسناک تحریف سے کام لیا ہے جس کے بعد کسی طرح  
 اس کو تحذیر الناس کی عبارت نہیں کہا جاسکتا اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ عبارت

”تخذیر الناس کے تین مختلف صفحات کے متفرق فقروں کو جوڑ کر بنائی گئی ہے اس طرح کہ ایک فقرہ ص ۲ کا ہے اور ایک صفحہ ۱۲ کا ۱۰ اور ایک صفحہ ۲۸ کا۔ اور صفحات کا نمبر درکنار فقروں کے درمیان امتیازی خط (ڈش) تک نہیں دیا گیا ہے جس کی وجہ سے کسی طرح دیکھنے والا یہ نہیں سمجھ سکتا کہ یہ مختلف مقامات کے فقرے ہیں بلکہ وہ بھی سمجھنے پر مجبور ہو گا کہ یہ سلسل ایک عبارت ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ خالص کفر کا مضمون بنانے کے لیے خاں صاحب موصوف نے فقروں کی ترتیب بھی بدل دی ہے، اس طرح کہ پہلے صفحہ ۱۲ کا فقرہ لکھا ہے، اس کے بعد صفحہ ۲۸ کا، پھر صفحہ ۲ کا۔

خاں صاحب کے اس ترتیب بدل دینے کا یہ اثر ہوا کہ تخذیر الناس کے تینوں فقروں کو اگر علیحدہ علیحدہ اپنی جگہ پر دیکھا جائے تو کسی کو انکار ختم نبوت کا وہم بھی نہیں ہو سکتا، لیکن یہاں انھوں نے جس طرح تخذیر الناس کی عبارت نقل کی ہے اُس سے صاف ختم نبوت کا انکار مفہوم ہوتا ہے۔ اور یہ صرف آپ کی قلم کاری کا نتیجہ ہے ورنہ مصنف تخذیر الناس کا دامن اس سے بالکل پاک ہے جیسا کہ انشا اللہ مارے آئندہ بیان سے مفصل معلوم ہو جائے گا اور تخذیر الناس کی ان عبارات کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا ہے، اُس میں تو اور بھی غضب ڈھایا ہے اور دیدہ دلیری کے ساتھ جمل سازی کی انتہا کر دی ہے۔ حرکت یہ کی ہے کہ صفحہ ۱۲ اور صفحہ ۲۸ کے پہلے دونوں فقروں کو توڑ پھوڑ کے ایک ہی فقرہ بنا ڈالا ہے اس طرح کہ پہلے فقو کا مسند الیہ حذف کیا اور دوسرے ہی کے مسند الیہ کو پہلے کا بھی مسند الیہ بنا دیا جس



کے بعد کسی کو وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ یہ مختلف جگہ کی عبارتیں ہیں اور انہیں کارروائیوں کو قرآن کی زبان میں تحریف کہتے ہیں۔

قرآن عزیز میں بنی اسرائیل کی تحریف کا ذکر ابن الفاظ میں کیا گیا ہے ”يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ“ اور خود خاں صاحب موصوف نے بھی ایک جگہ اس قسم کی کارروائی کو ”خرفناک تحریف“ بتلایا ہے کسی شخص نے جس کا فرضی نام خاں صاحب کے رسالہ ”برق النار“ میں زید لکھا گیا ہے۔ تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا کو قرآن عظیم کا لفظ لکھ دیا تھا۔ اس کے متعلق موصوف اسی ”برق النار“ کے صفحہ ۷۱ پر لکھتے ہیں کہ

”سب سے زیادہ خرفناک تحریف یہ ہے کہ تَتَّخِذُونَ عَلَيْهِمْ مَسْجِدًا کو قرآن عظیم کا لفظ کریم بنالیا حالانکہ یہ جملہ قرآن عظیم میں کہیں نہیں۔ یہ تینوں لفظ متفرق طور پر قرآن عظیم میں ضرور آئے ہیں۔“

خاں صاحب کی اس عبارت سے صاف معلوم ہو گیا کہ کسی کتاب کے متفرق جگہ کے الفاظ کو جوڑ کر ایک مسلسل عبارت بنا کر اس کتاب کی طرف منسوب کر دینا نہایت خرفناک تحریف ہے اور اس قسم کی تحریفات سے اصل مضمون کا بدل جانا اور کسی اسلامی کلام کا خالص کفر ہو جانا بالکل بعید نہیں۔ بخذیرا انسان تو بہر حال ایک بشر کی کتاب ہے اگر کوئی بد نصیب کلام اللہ میں اس قسم کی تحریف کر کے کفریہ مضامین بنانا چاہے تو بنا سکتا ہے بلکہ اس کو شاید اتنی محنت بھی کرنی نہ پڑے جتنی کہ خاں صاحب نے کی کہ ایک فقرہ صفحہ ۷۱ کالیا اور ایک صفحہ ۲۸ کا ۱۰ اور ایک صفحہ ۲ کا۔ وہ قرآن حکیم کی ایک ہی سورۃ بلکہ ایک ہی

آیت میں اس قسم کا رد و بدل کر کے کفر یہ مضامین نکال لئے گا۔ مثلاً قرآن عزیز میں ارشاد ہے  
 اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ وَاِنَّ الْفٰجِرَ لَفِي جَحِيْمٍ اور اس کا مطلب یہ ہے  
 کہ نیکوکار جنت میں رہیں گے اور بدکار دوزخ میں۔ اب اگر خاں صاحب کا کوئی مؤرخ  
 یا شاگرد خاں صاحب کی سنت پر عمل کر کے اس آیت کریمہ میں صرف اس قدر تحریف کر  
 دے کہ نعیم کی جگہ جحیم پڑھے اور جحیم کی جگہ نعیم تو مطلب بالکل الٹا ہو جائے گا اور  
 کلام صریح کفر ہو گا۔ حالانکہ اس میں سب لفظ قرآن ہی کے ہیں صرف دو لفظوں کی جگہ  
 بدل گئی ہے۔۔۔۔۔ یہ صرف ایک مثال عرض کر دی گئی ہے۔ اگر ناظرین غور فرمائیں  
 تو اس قسم کی سیکڑوں اور ہزاروں مثالیں نکل سکتی ہیں بلکہ یہاں تو الفاظ کی جگہ بدلی ہے  
 بعض صورتوں میں تو صرف حرکات کی جگہ بدل جانے سے بھی کفر کے معنی پیدا ہو جاتے  
 ہیں مثلاً قرآن کریم میں ہے: وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٖ فَغَوٰی۔ اگر کوئی بد بخت دیدہ و  
 دانستہ ادمؑ کی میم اور رَبَّہٗ کی با کی حرکتیں بدل دے اس طرح کہ میم پر پیش  
 کی جگہ زبر پڑھے اور با پر زبر کی جگہ پیش، تو یہی پاکیزہ کلام جس کی تلاوت باعث ثواب  
 ہے صرف اسی قدر رد و بدل سے خالص کفر ہو جائے گا۔

بہر حال یہ حقیقت بالکل ظاہر ہے کہ بعض اوقات کلام میں معمولی سی تحریف کر دینے  
 سے مفسرین بدل جاتا ہے اور اس میں اسلام و کفر کا فرق ہو جاتا ہے چاہے جتنا کہ اس قدر  
 زبردست الٹ پلٹ کی جائے کہ مختلف صفحات کے فقروں کو توڑ پھوڑ کر ایک مسلسل  
 عبارت بنائی جائے اور فقروں کی ترتیب بھی بدل دی جائے۔ پس چونکہ خاں صاحب نے

تخذیر الناس کی عبارتوں میں اس قسم کی تخریفات کے کفر کا حکم لکھایا ہے اور ان کی اس تخریفات اور الٹ پلٹ نے تخذیر الناس کی عبارت کا مطلب بالکل بدل دیا ہے اور اُس میں ختم نبوت زمانی کے انکار کے معنی پیدا کر دیے ہیں۔ اس لیے ہم ان کے اس فتوے کو دانستہ فریب اور معاندانہ تبلیغ سمجھنے پر مجبور ہیں۔

**دوسری وجہ** | دوسری وجہ اور دوسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ خاں صاحب نے عبارت تخذیر الناس کے عربی ترجمہ میں ایک نہایت افسوسناک خیانت یہ کی ہے کہ تخذیر صفحہ ۳ کی عبارت اس طرح تھی :

”مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدیم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔“  
 ظاہر ہے کہ اس میں صرف فضیلت بالذات کی نفی کی گئی ہے جو بطور مفہوم مخالف فضیلت بالعرض کے ثبوت کو مستلزم ہے، مگر خاں صاحب نے اس کا عربی ترجمہ اس طرح کر دیا :

”مع انه لا فضل فيه اصلا عند اهل الفہم“  
 جس کا مطلب یہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے میں اہل فہم کے نزدیک بالکل فضیلت نہیں اور اس میں ہر قسم کے فضیلت کی نفی ہو گئی اور ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے (کمالا نیچے)

لہٰذا یہ مسئلہ ہے کہ مفہوم مخالفت معصنین کے کلام میں معتبر ہے۔ علامہ شامی رد المحتار میں اتمام فرماتے ہیں : ”في انفع المسائل مفہوم التصنيف حجة“ رد المحتار ج ۳، صفحہ ۴۱۴ اور اس مسئلہ میں حنفیہ اور شافعیہ کا جو اختلاف مشہور ہے وہ صرف فقہی شرعیہ تک محدود ہے۔ ۱۲۰ منہ عقول

**تیسری وجہ** | تیسری وجہ اور تیسری دلیل ہمارے اس خیال کی یہ ہے کہ "تخذیر الناس" کے جو فقرے خاں صاحب نے اس موقع پر نقل کیے

ہیں۔ ان کا "ما سبق ولاحق" جس سے ان کا صحیح مطلب واضح ہو جاتا اور ناظرین کو غلط فہمی کا موقع نہ رہتا) حذف کر دیا ہے (اس کا ثبوت آگے آتا ہے)

**چوتھی وجہ** | ہمارے خیال کی چوتھی وجہ اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ خاں صاحب کے اس حکم کفر کی تمام تر بنیاد اس پر ہے کہ "تخذیر الناس" میں ختم نبوت

کا انکار کیا گیا ہے، حالانکہ اُس میں اول سے آخر تک ایک لفظ بھی ایسا نہیں جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کا انکار نکل سکے۔ بلکہ تذخیر الناس کا تو موضوع ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی خاتمیت ذاتی، زمانی، مکانی وغیرہ کی حمایت اور حفاظت ہے اور بالخصوص ختم زمانی کے متعلق تو اس میں نہایت صاف اور واضح تصریحات ہیں۔ چنانچہ تذخیر الناس صفحہ ۳ پر اس فقرہ کے بعد جس کو ضل بریلوی نے سب سے آخر میں نقل کیا ہے۔ مولانا مرحوم تحریر فرماتے ہیں :

"بلکہ بناءً خاتمیت اور بات پر ہے جس سے تاخیر زمانی اور

سد باب مذکور (یعنی سد باب مدعیان نبوت) خود بخود لازم آجاتا ہے اور فضیلت نبوی دوبالا ہو جاتی ہے۔"

نیز اسی تذخیر الناس کے صفحہ ۱ پر مولانا مرحوم اپنے اصل مدعا کی توضیح سے فارغ ہو کر تحریر فرماتے ہیں کہ :-

”سو اگر اطلاق اور عموم ہے تب تو ثبوت خاتمیت زمانی ظاہر ہے، ورنہ تسلیم لزوم خاتمیت زمانی بدالالت التزامی ضرور ثابت ہے اور تصریحات نبوی مثل انت منی بمسئلة ہارون من مولی الا انه لا نبی بعدی او کما قال: ”جو بظاہر بطریق مذکور اسی لفظ خاتم النبیین سے ماخوذ ہے۔ اس باب میں کافی ہے کیونکہ یہ مضمون درج تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ پھر اس پر اجماع بھی منعقد ہو گیا، اگر الفاظ مذکور بسند متواتر منقول نہ ہوں، سو یہ عدم تواتر الفاظ باوجود تواتر معنوی ہاں ایسا ہی ہو گا جیسا تواتر اعداد و رکعات فرائض و وتر وغیرہ۔ باوجودیکہ الفاظ احادیث مشعر تعداد و رکعات متواتر نہیں جیسا اس کا منکر کافر ہے، ایسا ہی اس کا منکر بھی کافر ہو گا۔“

اس عبارت میں مولانا مرحوم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت زمانی کو پانچ طریقوں سے ثابت فرمایا ہے۔

۱۔ یہ بات خاص طور سے قابل لحاظ ہے کہ ختم زمانی پر مراحۃ دولت کرنے والی ”لا نبی بعدی“ جیسی حدیث بھی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے نزدیک قرآن کریم کے لفظ خاتم النبیین ہی سے اخذ ہیں۔ یعنی مولانا صرف کایہ خیال اور دعویٰ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن حدیثوں میں اپنا سب سے آخری نبی قرار اپنے بعد کسی اور نبی کا نہ آیا بیان فرمایا ہے وہ قرآن پاک کے لفظ خاتم النبیین ہی سے اخذ ہے اور گویا اسی کی تفسیر اور تشریح ہے اس صاف اور واضح تصریح کے ہوتے ہوئے حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو ختم نبوت زمانی کا منکر قرار دینا یا یہ کہنا کہ وہ قرآن کے لفظ خاتم النبیین سے خاتمیت زمانی کا مطلب نکالنے کا مایہ ناز خیال کرتے ہیں کسی بے شرمی کی بات ہے مولانا نے تو صرف حصر کرام کا خیال بتلایا ہے جس کی تفصیل اور توضیح آگے آتی ہے۔

۱۔ یہ کہ حضور اقدس کے لیے خاتمت زمانی نص "خاتم النبیین" سے بدلتی مطابقتی ثابت ہو، اس طور پر کہ خاتم کو ذاتی اور زمانی سے مطلق مانا جائے۔

۲۔ یہ کہ بطور محرم مجاز لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاتمت پر مطابقتی ہو۔

۳۔ یہ کہ دونوں میں سے ایک پر مطابقتی ہو اور دوسرے پر التزامی، اور ان تینوں صورتوں میں خاتمت زمانی نص قرآن سے ثابت ہوگی۔

۴۔ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔

۵۔ یہ کہ خاتمت زمانی پر امت کا اجماع ہے۔

ان پانچ طریقوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی ثابت کرنے کے بعد مولانا مرحوم نے یہ بھی تصریح فرمادی کہ خاتمت زمانی کا منکر ایسا ہی کافرنہ جیسا کہ دوسرے ضروریات و قطعیات دین کا۔

تخذیر الناس کی ان واضح تصریحات کے باوجود یہ کہنا کہ اس میں ختم نبوت زمانی کا انکار کیا گیا ہے، سخت ظلم اور فریب نہیں تو کیا ہے۔

پھر اس قسم کی تصریحات تخذیر الناس میں ایک ہی دو جگہ نہیں، بلکہ مشکل سے اس کا کوئی صفحہ اس کے ذکر سے خالی ہوگا۔ اس وقت ہم تخذیر الناس کی صرف ایک عبارت اور ہدیہ ناظرین کہتے ہیں جس میں مولانا نازقوی مرحوم نے ایک نہایت ہی عجیب و غریب فلسفیانہ انداز میں ختم نبوت زمانی کو بیان فرمایا ہے۔ تخذیر الناس کے صفحہ ۲ پر ہے:

”در صورتیکہ زمانے کو حرکت کہا جائے تو اس کے لیے کوئی مقصود بھی ہوگا جس کے آنے پر حرکت منتہی ہو جائے، سو حرکت سلسلہ نبوت کے لیے نقطہ ذات محمدیؐ منتہی ہے اور یہ نقطہ اس ساق زمانی اور ساق مکانی کے لیے ایسا ہے جیسے نقطہ راس زاویہ تاکہ اشارہ شناساں حقیقت کو یہ معلوم ہو کہ آپ کی نبوت کون و مکان، زمین و زمان کو شامل ہے۔ پھر اس کے چند سطر بعد اسی صنفہ پر فرماتے ہیں کہ

”منجد حرکات حرکت سلسلہ نبوت بھی تھی، سو بوجہ حصول مقصود اعظم ذات محمدیؐ صلعم وہ حرکت مبدل بسکون ہوئی۔ البتہ اور حرکتیں بھی باقی ہیں اور زمانہ آخر میں آپ کے ظہور کی ایک یہ بھی وجہ ہے۔“

(تہذیب الناس صفحہ ۲۱)

پھر تحذیر الناس ہی پر منحصر نہیں، حضرت مرحوم کی دوسری تصانیف میں بھی تحریر اس قسم کی تصریحات موجود ہیں بعض بطور نمونہ مناظرہ عجیبہ کی چند عبارتیں ملاحظہ ہوں مناظرہ عجیبہ کا مضمون جہاں سے شروع ہوتا ہے، اس کی پہلی سطر یہ ہے :

”حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت زمانی تو سب کے نزدیک مسلم ہے اور یہ بات بھی سب کے نزدیک مسلم ہے کہ آپ اول المخلوقات ہیں۔“

پھر اسی کے صفحہ ۲۹ پر فرماتے ہیں :-

”خاتمیتِ زمانی اپنا دین و ایمان ہے، ناحق کی تہمت کا البتہ

کچھ علاج نہیں۔“

پھر اسی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں :

”خاتمیتِ زمانی سے مجھے انکار نہیں، بلکہ یوں کیسے کہ منکروں

کے لیے گنہائش انکار نہ چھوڑی، فضیلت کا اقرار ہے بلکہ اقرار کرنے

والوں کے پاؤں جمادیے اور نبیوں کی نبوت پر ایمان ہے پر رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر کسی کو نہیں سمجھتا۔“

پھر اسی کے صفحہ ۶۹ پر فرماتے ہیں :

”ہاں یہ مسلم ہے کہ خاتمیتِ زمانی اجماعی عقیدہ ہے۔“

پھر اسی کے صفحہ ۱۰۳ پر ہے :

”بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی اور نبی کے ہونے کا احتمال

نہیں جو اس میں تامل کرے اس کو کافر سمجھتا ہوں۔“

یہ پانچ عبارتیں صرف ”منظرہ عجیبہ“ کی ہیں۔ اس کے بعد حضرت نافو تو ہی مرحوم

کی آخری تصنیف ”قبلہ نما“ سے ایک عبارت اور نقل کی جاتی ہے۔ ”قبلہ نما“ کے صفحہ ۱

پر ہے :

”آپ کا دین سب دینوں میں آخر ہے اور چونکہ دینِ چکنا چور

خداوندی کا نام ہے تو جس کا دین آخر ہوگا، وہی شخص سردار ہوگا کیونکہ



اسی کا دین آخر ہوتا ہے جو سب کا سوار ہوتا ہے:

حضرت قاسم العلوم قدس سرہ کی یہ کُل دس عبارتیں ہوئیں۔ کیا ان تصریحات کے ہوتے ہوئے کوئی صاحب دیانت اور صاحب عقل کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص ختم نبوت زمانی کا منکر ہے؟ لیکن افترا پردازی کا کوئی علاج نہیں۔ ایسے ہی مقبول کے متعلق عارف جامیؒ نے کہا ہے:

چنین کردند و خلقه در تماشای  
ہمیں گفتند عاشقانِ تماشا  
کزین روئے زنگوہ کاری آید  
وزیں دلدارِ دل آزاری آید

حضرت نازق توی مرحوم کی مختلف تصانیف کی مذکورہ بالا تصریحات اور دوسرے علمائے دیوبند کی وہ علمی اور علمی مساعی، جو فادیانی جماعت کے مقابلہ میں اسی مسئلہ ختم نبوت کے متعلق اب تک کتابوں اور مناظروں کی شکل میں ظہور پذیر ہو چکی ہیں اور جن سے تمام اسلامی دنیا واقف ہے۔ ختم نبوت کے متعلق باقی دارالعلوم دیوبند اور جماعت علمائے دیوبند کی پوزیشن واضح کرنے کے لیے انصاف والی دنیا کے نزدیک کافی سے ناآمد ہیں۔

وَاللّٰهُ يَهْدِي مَنْ يَّشَاءُ ۖ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا اَيُّ مُّنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُوْنَ ۝

اس کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کسی وزیر تفصیل کے ساتھ تحذیر الٹا س کے ان تینوں فقروں کا صحیح مطلب بھی عرض کر دیا جائے جن کو جوڈ توڑ کر مولوی احمد رضا خاں

صاحب نے اس کے مصنف پر ختم نبوت زمانی کے انکار کا بہتان لگایا ہے لیکن اس کے لیے ضرورت ہے کہ اختصار کے ساتھ قرآن مجید کے لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق مولانا نالوتوی مرحوم کا مسلک اور نقطہ نظر واضح کر دیا جائے۔

## حضرت نالوتوی مرحوم اور تفسیر خاتم النبیین

**تہبید** | اولاً بطور تہبید گزارش ہے کہ رسول خدا (روحی و قلبی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے لیے نفس الامر میں دو قسم کی خاتیت ثابت ہے، ایک زمانی جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ سب سے آخر نبی ہیں اور آپ کا زمانہ تمام انبیاء علیہم السلام کے بعد ہے اور آپ کے بعد اب کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔

دوسرے خاتیت ذاتی جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ وصفت نبوت کے ساتھ بالذات موصوف ہیں، اور دوسرے انبیاء (علیہم السلام) بالعرض، یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست نبوت عطا فرمائی، اور دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور کے واسطے سے، جس طرح (بلا تشبیہ) خداوند تعالیٰ نے آفتاب کو بغیر کسی واسطے کے روشن فرمایا اور اس کی روشنی عالم احباب میں کسی دوسری روشنی چیز سے مستفاد نہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کالات نبوت براہ راست بلا کسی واسطے کے عطا فرمائے، اور آپ کی نبوت کسی دوسرے نبی کی نبوت سے مستفاد نہیں — اور جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مہتاب اور دوسرے ستاروں

کو آفتاب کے واسطے سے منور فرمایا، اور وہ اپنی نورانیت میں آفتاب کے نور کے محتاج نہیں۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو کمالات نبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے عطا فرمائے گئے، اور وہ حضرات بالکل حقیقتہ نبی ہیں لیکن اپنی نبوت میں آفتاب آسمان نبوت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض کے دست نجر نہیں (وہذا کُلُّہُ باذن اللہ تعالیٰ)۔ اور جس طرح کہ ہر موصوف بالبرص کا سلسلہ کسی موصوف بالذات پر ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں چلتا، مثلاً خانوں میں آئینوں کے ذریعہ جو روشنی پہنچائی گئی ہے، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ آئینہ سے آئی اور آئینہ کی روشنی کو کہا جاسکتا ہے کہ وہ آفتاب کا عکس ہے لیکن آفتاب پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور کوئی نہیں کہتا کہ آفتاب کی روشنی عالم اسباب میں ظلال روشن چیز کا عکس ہے، (کیونکہ آفتاب کو اللہ تعالیٰ نے خود روشن بنایا ہے) اسی طرح تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت کے متعلق تو کہا جاسکتا ہے کہ وہ حضرت خاتم الانبیاء کی نبوت سے مستفاد ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جا کر یہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے اور آپ کے متعلق کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آپ کی نبوت ظلال ہی کی نبوت سے مستفاد ہے، (کیونکہ آپ باذن اللہ تعالیٰ نبی بالذات ہیں) پس اسی کو خاتم ذاتی کہا جاتا ہے، اور اسی مرتبہ کا نام خاتمیت ذاتیہ ہے۔

اس مختصر تہذیب کے بعد عرض ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی مرحوم اور بعض دوسرے محققین کی تحقیق یہ ہے کہ قرآن عزیز میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین

فرمایا گیا ہے۔ اس سے آپ کے لیے دونوں قسم کی خاقیت ثابت ہوتی ہے ذاتی بھی اور زمانی بھی اور عوام اس سے محض ایک قسم کی خاقیت مراد لیتے ہیں یعنی صرف زمانی بہر حال حضرت مولانا مرحوم اور عوام کا نزاع نہ ختم نبوت زمانی میں ہے نہ اس میں کہ قرآنی لفظ خاتم النبیین سے خاقیت زمانی مراد لی جائے کیونکہ مولانا کو یہ دونوں چیزیں تسلیم ہیں) بلکہ نزاع صرف اس میں ہے کہ لفظ خاتم النبیین سے خاقیت زمانی کے ساتھ خاقیت ذاتی بھی مراد لی جائے یا نہیں۔ حضرت مولانا اس کے قائل اور مثبت ہیں اور انھوں نے اس کی چند صورتیں لکھی ہیں:

ایک یہ کہ لفظ خاتم کو خاقیت زمانی اور ذاتی کے لیے مشترک معنی مانا جائے اور جس طرح مشترک معنی سے اس کے متعدد افراد مراد لیے جاتے ہیں۔ اسی طرح یہاں آئیہ کریمہ میں بھی دونوں قسم کی خاقیت مراد لی جائے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک معنی کو حقیقی اور دوسرے کو مجازی کہا جائے اور آئیہ کریمہ میں لفظ خاتم سے بطریق عام مجاز ایک ایسے عام معنی مراد لیے جائیں جو دونوں قسم کی خاقیت کو حاوی ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں لفظ خاتم کی دلالت دونوں قسم کی خاقیت پر ایک ساتھ اور مطابق ہوگی۔

تیسری صورت یہ ہے کہ قرآن کریم کے لفظ خاتم سے صرف خاقیت ذاتی مراد لی جائے، مگر چونکہ اس کے لیے بدلائل عقلیہ و نقلیہ خاقیت زمانی لازم ہے لہذا اس

صورت میں بھی خاقیت زمانی پر آیہ کریمہ کی ولایت بطور التزام ہوگی۔

ان مینوں صورتوں کے لکھنے کے بعد تحذیر الناس کے صفحہ ۹ پر حضرت مولانا نے جس کو خود اپنا مختار بتلایا ہے، وہ یہ ہے کہ خاقیت کو جنس مانا جائے اور ختم زمانی و ختم ذاتی کو اس کی دونوں عین قرار دیا جائے اور قرآن عزیز کے لفظ خاتم سے یہ دو نوعیں بیک وقت مراد لے لی جائیں جس طرح کہ آیہ کریمہ اِنَّمَا الْخَمْدُ وَالْمَيِّتُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَمْوَالُ مَرْجُؤٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ میں بیک وقت تیرہ جہت سے ظاہری و باطنی دونوں قسم کی نجاستیں مراد لی جاتی ہیں بلکہ غور کیا جائے تو یہاں ختم زمانی اور ختم ذاتی میں اس قدر بُعد نہیں جس قدر شراب کی نجاست اور جوئے کی نجاست میں۔

لفظ خاتم النبیین کی تفسیر کے متعلق حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کا خلاصہ صرف اسی قدر ہے جس کا حامل صرف آنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خاتم زمانی بھی ہیں اور خاتم ذاتی بھی، اور یہ دونوں قسم کی خاقیت آپ کے لیے قرآن کریم کے اسی لفظ خاتم النبیین سے نکلتی ہے۔

تحذیر الناس کی عبارتوں کا صحیح مطلب | اس کے بعد ہم ان مینوں فقروں کا صحیح مطلب عرض کرتے ہیں جن کو جوڑ کر مولوی احمد رضا خاں صاحب نے کفر کا مضمون بنالیا ہے :

ان میں سے پہلا فقرہ صفحہ ۱۴ کا ہے اور یہاں حضرت مرحوم اپنی مذکورہ بالا تحقیق

کے موافق خاتمیت ذاتی کا بیان فرما رہے ہیں۔ اس موقع پر تحذیر الناس کی پورے عبارت اس طرح تھی :

”غرض اختتام اگر بایں معنی تجویز کیا جائے جو میں نے عرض کیا تو آپ کا خاتم ہونا انبیاءِ محمدیہ کی نسبت خاص نہ ہوگا، بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

خال صاحب نے اس عبارت کا خط کشیدہ حصہ جس سے ہر شخص یہ سمجھ لیتا کہ مولانا کی یہ عبارت خاتمیت ذاتی کے متعلق ہے نہ کہ زمانی کے متعلق حذف کر کے ایک نام تمام ٹکرا نقل کر دیا، اور پھر غضب یہ کیا کہ اس کو صفحہ ۲۸ کے ایک فقرہ کے ساتھ اس طرح جوڑا کہ صفحہ کے نمبر کا تو ذکر ہی کیا ہے، درمیان میں ختم فقرہ کی علامت (دش) بھی نہیں دیا اور پھر اس دوسرے فقرہ کی نقل میں بھی صریح خیانت کی۔ اس موقع پر پوری عبارت اس طرح تھی :

”ہاں اگر خاتمیت بمعنی اتصاف ذاتی بوضع نبوت لیجیے جیسا اس مسجد میں نے عرض کیا ہے تو پھر سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو افرادِ مقصودہ بالخلق میں سے شامل نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نہیں کر سکتے بلکہ اس صورت میں فقط انبیاء کے افرادِ خارجی ہی پر آپ کی

فضیلت ثابت نہ ہوگی۔ اذواو مقدرہ پر بھی آپ کی فضیلت ثابت ہو جائے گی، بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی معلوم بھی کرتی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

اس عبارت میں بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب نے یہ کارروائی کی کہ اس کا ابتدائی حصہ (جس سے ناظرین کو صاف معلوم ہو سکتا تھا کہ یہاں صرف خاتمیت ذاتی کا ذکر ہے نہ کہ زمانی کا، نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت کے متعلق بھی مصنف تحذیر الناس کا حقیقہ اس سے معلوم ہو جاتا) اس اہم حصہ کو خاں صاحب نے یک قلم حذف کر کے صرف آخری خط کشیدہ فقرہ نقل کر لیا اور دوسری کارروائی یہ کی کہ اس نا تمام فقرہ کو بھی صفحہ ۲ کے ایک نا تمام فقرہ سے اس طرح جوڑ دیا کہ وہاں بھی درمیان میں ٹوٹیں تک نہیں دیا۔

بہر حال صفحہ ۱۲ اور صفحہ ۲۸ کے ان دونوں فقروں میں حضرت مرحوم صرف خاتمیت ذاتی کے متعلق فرما رہے ہیں کہ یہ ایسی خاتمیت ہے کہ اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا آپ کے بعد اور کوئی نبی ہو، تب بھی آپ کی اس خاتمیت میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔ رہی خاتمیت زمانی، اس کا یہاں کوئی ذکر نہیں، اور نہ کوئی ذی ہرٹش یہ کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت معلوم کے بعد کسی نبی کے ہونے سے خاتمیت زمانی میں کوئی فرق نہیں آتا۔ ایک عام فہم مثال سے مولانا بلاشبہ اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ کسی ملک میں نانوتوی کے مطلب کی توضیح کوئی وبائی مرض پھیلے۔ بادشاہ کی طرف سے یکے بعد

دیگرے بہت سے طبیب بھیجے گئے اور انھوں نے اپنی قابلیت کے موافق مریضوں کا علاج کیا۔ اخیر میں اس رحیم و کریم بادشاہ نے سب سے بڑا اور سب سے زیادہ حاذق طبیب جو پہلے تمام طبیبوں کا استاد بھی ہے بھیجا۔ اور اعلان کر دیا کہ اب اس کے بعد کوئی طبیب نہیں آئے گا۔ آئندہ جب کبھی کوئی مریض ہو وہ اسی آخری طبیب کا نسخہ استعمال کرے، اُسی سے شفا ہوگی۔ بلکہ اس کے بعد جو شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے، وہ جھوٹا اور واجب القتل ہے۔ چنانچہ دنیا کا وہ آخری طبیب آیا اور اُس نے اگر اپنا شفا خانہ کھولا۔ جو حق جوق مریض اس کے دار الشفا میں داخل ہو کر شفا یاب ہوئے۔ بادشاہ نے اپنے اس طبیب کو ایک حکمنامہ میں خاتم الاطباء کا خطاب بھی دیا۔ اب عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ یہ طبیب زمانہ کے اعتبار سے سب سے آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی اور طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا اور اہل فہم کا ایک گروہ (جو بالیقین جانتا ہے کہ یہ طبیب فی الواقع آخری ہی طبیب ہے) کہتا ہے کہ اس عظیم الشان طبیب کو خاتم الاطباء صرف اسی وجہ سے نہیں کہا گیا ہے کہ وہ آخری طبیب ہے بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ تمام پہلے طبیبوں کی طب کا سلسلہ اسی حلیل القند طبیب پر ختم ہے یعنی وہ سب اس کے شاگرد ہیں۔ انھوں نے فن طب اسی سے سیکھا ہے۔ لہذا اس دوسری وجہ سے بھی وہ خاتم الاطباء ہے، اور یہ دونوں قسم کی خاتمت اُسی خاتم الاطباء کے لفظ سے نکلتی ہے، بلکہ اگر تم غور کرو گے تو تم کو بھی معلوم ہو جائے گا کہ بادشاہ نے اس حاذق



طیب کہ جو سب سے آخر میں بھیجا ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ یہ فن طب میں سب سے فائق، سب سے ماہر اور سارے طبیبوں کا اُستاد ہے اور قاعدہ ہے کہ بڑے سے بڑے طبیب کی طرف اخیر ہی میں رجوع کیا جاتا ہے۔ مقدمات تمام تحافی مراحل طے کرنے کے بعد ہی بادشاہِ منظم کی عدالت عالیہ میں پہنچتے ہیں۔ بہر حال یہ طبیب صرف زمانہ ہی کے اعتبار سے خاتم نہیں ہے، بلکہ اپنے فن کے کمال کے اعتبار سے بھی خاتم ہے اور یہ دوسری حقیقت ایسی ہے کہ اگر بفرض اس کے زمانہ میں یا اس کے بعد بھی کوئی طبیب آجائے تو اس کی اس خاقیت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ناظرین اصناف فرمائیں کہ اہلِ فہم کے اس گروہ کے متعلق ان کے کسی معاند دشمن کا یہ کہنا کہ یہ لوگ اس خاتمِ الاطباء کو آخری طبیب نہیں مانتے اور اس کی اس حیثیت کے منکر ہیں، کتنی بڑی تلبیس اور کس قدر غریاں بے حیائی ہے۔ جب کہ اہلِ فہم کا یہ گروہ اس شاہی طبیب کو ذاتی اور مرتبی حیثیت سے خاتمِ الاطباء ماننے کے ساتھ یہ بھی صاف صاف کہتا ہے کہ زمانہ کے لحاظ سے بھی یہی آخری طبیب ہے اور اس کے بعد اب کوئی طبیب بادشاہ کی طرف سے نہیں آئے گا، بلکہ جو کوئی اس کے بعد شاہی طبیب ہونے کا دعویٰ کرے، وہ واجبِ القتل ہے۔

یہاں تک تحذیر الناس کے صفحہ ۱۴ و ۲۸ کے فقروں کا صحیح مطلب عرض کیا گیا ہے۔ رہا تیسرا فقرہ جس کو خاں صاحب نے سب سے اخیر میں نقل کیا ہے، وہ تحذیر الناس کے تیسرے صفحہ کا ہے اور یوں سمجھنا چاہیے کہ گویا تحذیر الناس وہیں سے شروع ہوتی

ہے۔ الفاظ یہ ہیں :

”بعد حمد و صلوة کے قبل عرض جواب یہ گزارش ہے کہ اہل معنی خاتم النبیین  
معلوم کرنا چاہئیں تاکہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال  
میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء  
سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخر نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر  
روشن ہوگا کہ تقدم یا تأخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں :

اس عبارت میں دو چیزیں قابل لحاظ ہیں۔ ایک یہ کہ یہاں مولانا مرحوم مسئلہ  
ختم نبوت پر کلام نہیں فرما رہے ہیں، بلکہ لفظ خاتم کے معنی پر کلام رہے ہیں۔ دوسرے  
یہ کہ خاتم سے ختم زمانی مراد لینے کو مولانا نے عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں صبر  
کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور عوام کے اسی نظریہ سے مولانا کو اختلاف ہے درجہ  
خاتمیت زمانی مع خاتمیت ذاتی مراد لینا خود مولانا مرحوم کا مسلک مختار ہے جیسا کہ  
پہلے عرض کیا جا چکا ہے اور تحذیر الناس کے صفحہ ۸ و ۹ پر مولانا نے پوری تفصیل کے  
ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

بہر حال چونکہ خود حضرت مولانا کے نزدیک لفظ خاتم النبیین سے ختم زمانی بھی مراد

لے اس پر پوری روشنی اور پردہ الی جا چکی ہے اور مولانا مرحوم کی یہ تصریح چند صفحے پہلے گزر چکی ہے کہ  
اُن کے نزدیک ختم نبوت زمانی پر صراحت دلائل کرنے والی ”لانی بعدی“ جیسی ساری حدیثیں  
”خاتم النبیین“ ہی کے لفظ سے ماخوذ و مستنبط ہیں۔ ۱۲

نہے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ یہاں صرف حصر کو مولانا نے عوام کا خیال بتلایا ہے اور مولانا کا مطلب صرف یہ ہے کہ عوام تو یہ سمجھتے ہیں کہ حضورؐ کے لیے لفظ "خاتم النبیین" سے صرف خاتمیت زمانی ہی ثابت ہوتی ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں ثابت ہوتا اور اہل فہم کے نزدیک اصل حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید کے اس لفظ سے حضورؐ کے لیے خاتمیت زمانی بھی ثابت ہوتی ہے اور خاتمیت ذاتی بھی۔

یہیں سے مولوی احمد رضا خان صاحب کے اُس اعتراض کا بھی جواب ہو گیا جو انھوں نے تحذیر الناس کی اسی عبارت پر الموت الاحمرہ میں کیا ہے کہ "اس میں خاتم النبیین سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال بتلایا گیا ہے حالانکہ خاتم کے یہ معنی خود حضورؐ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام سے بھی مروی ہیں۔ پس مصنف تحذیر الناس کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و تمام صحابہ کرامؓ عوام میں داخل ہوئے (معاذ اللہ)

جواب کی تقریر تفصیل یہ ہے کہ صاحب تحذیر الناس نے خاتم سے خاتم زمانی مراد لینے کو عوام کا خیال نہیں بتلایا بلکہ ختم زمانی میں حصر کرنے کو عوام کا خیال بتلایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کسی صحابی سے حصر ثابت نہیں بلکہ علماء و ائمہ میں سے بھی کسی نے حصر کی تصریح نہیں فرمائی اور کیونکہ کوئی حصر کی جرأت کر سکتا ہے جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آیات قرآنی کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں :

لِكُلِّ آيَةٍ مِنْهَا ظَهْرٌ وَ بَطْنٌ وَ لِكُلِّ حَدِّ مَطْلَعٌ -

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر آیت قرآنی کے کم از کم دو مضموم ضرور ہوتے ہیں اور اگر علمائے سلف میں سے کسی کے کلام میں حصر کا کوئی لفظ پایا بھی جائے تو وہ حصری نہیں ہے جس کو مولانا نانوتوی مرحوم عوام کا خیال بتلاتے ہیں بلکہ اس سے ملا حصر اضافی بالمنظر الی تاویلات الملاحدہ ہے۔

بہر حال جو شخص صاحب تحذیر الناس پر یہ بتان رکھتا ہے کہ اوصوں نے معاذ اللہ آنحضرت کی بیان کردہ تفسیر کو خیال عوام بتلادیا، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا سی صحابی سے ایک ہی روایت حصر کی ثابت کر دے۔

پھر یہ کہ مولانا مرحوم نے اپنے مکتوبات میں اس کی بھی تصریح فرمادی ہے کہ باب تفسیر میں عوام سے مراد کون لوگ ہوتے ہیں اس موقع پر حضرت مرحوم کے الفاظ یہ ہیں:

تو جز انبیاء علیہم السلام یا را سخین      باب تفسیر میں سوائے انبیاء علیہم السلام  
فی العلم ہمہ عوام اند      اور علمائے را سخین کے سب عوام ہیں  
(قاسم العلوم فبراول، مکتوب دوم ص ۱)

ان تصریحات کے ہوتے صاحب تحذیر الناس کے متعلق یہ کہنا کہ اوصوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کرام کو عوام میں داخل کر دیا، سخت ترین بدیانتی ہے خاتم النبیین کی تفسیر میں حضرت مولانا نانوتویؒ کے مسلک کی تائید خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تصریحات سے

اس کے بعد ہم یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ جو لوگ لفظ خاتم النبیین سے صرف ایک ہی معنی (خاتم زمانی) مراد لیتے ہیں اور معنی خاتم النبیین کو اُسی میں حصر کرتے ہیں وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام میں داخل ہیں۔ اہل فہم میں سے نہیں، فاضل موصوف "الدولة المکیہ، صفحہ ۴۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ لا یفقه الرجل کل الفقہ حق یمعل للقرآن وجوها قلت اخرجہ عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابن سعد فی الطبقات و ابی نعیم فی الحلیۃ و ابن عساکر فی تاریخہ و اوردہ مقاتل بن سلیمان فی صدر کتابہ فی وجوہ القرآن مرفوعاً بلفظ لا یكون الرجل فقیہاً کل الفقہ حق یری للقرآن وجوها کثیرۃ۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آدمی اس وقت تک کمال فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لیے متعدد وجوہ نہ نکالے (میں کہتا ہوں کہ تخریج کی ہے اس روایت کی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے ابن سعد نے طبقات میں، اور ابو نعیم نے حلیہ میں، اور ابن عساکر نے اپنی تاریخ میں اور مقاتل بن سلیمان نے اپنی صدر کتاب میں، وجوہ قرآن میں اس کو بدیں الفاظ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ "آدمی اس وقت تک کمال فقیہ نہیں ہوتا جب تک کہ قرآن کے لیے وجوہ کثیرہ دیکھے۔

قال فی الاتقان قد فترہ بعضہم بان المراد ان یری اللفظ الواحد یقتل

علامہ سیوطی اتقان میں فرماتے ہیں کہ بعض

معانی متعدده فیجملہ علیہا اذا  
 کانت غیر متضاده ولا یقتصر  
 بہ علی معنی واحد  
 (انتہی صفحہ ۴۳)

لوگوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ مطلب یہ  
 ہے کہ لفظ واحد جو متعدد معانی کے لیے عمل ہے  
 اس کو ان سب پر محمول کرے جبکہ وہ آپس میں  
 ٹکراتے نہ ہوں اور ایک ہی معنی پر منحصر نہ کرے

مولوی احمد رضا خان صاحب کی اس جہادیت بلکہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ  
 کی اس روایت سے صاف معلوم ہو گیا کہ جو شخص کسی آیت قرآنی سے صرف ایک ہی معنی  
 مراد لے اور اسی میں حصر کرے تو وہ عوام میں داخل ہے۔ اہل فہم (فہماء) میں سے نہیں  
 ہے۔ کامل فقیہ جب ہی ہو گا جب کہ ایک آیت کو بہت سے غیر متعارض معانی پر محمول  
 کر سکے، جیسا کہ حضرت مولانا محمد قاسم نے ایک لفظ خاتم النبیین سے تین قسم کی خاتمت  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کی یعنی خاتمت ذاتی، زمانی، مکانی۔

الحمد للہ تعالیٰ الناس کے تینوں فصول کا صحیح مطلب بیان کر دیا گیا اور ناظرین  
 کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صفحہ ۳ کے فقرے میں حضرت نانوتوی مرحوم نے جن لوگوں کو عوام  
 بتلایا ہے۔ وہ فاضل بریلوی کے نزدیک بھی عوام ہی میں داخل ہیں۔ اس کے بعد ہم  
 یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ یہ تحقیق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم زمانی ہونے کے ساتھ  
 خاتم مرتبی اور خاتم ذاتی بھی ہیں یعنی آپ نبی بالذات ہیں اور دوسرے انبیاء علیہم السلام  
 نبی بالعرض۔ آپ کو کمالات نبوت اللہ تعالیٰ نے براہ راست عطا فرمائے اور دیگر انبیاء  
 علیہم السلام کو آنحضرت کے واسطے سے، اس میں بھی حضرت نانوتوی مرحوم متفقہ نہیں بلکہ

بہت سے اگلے علماء متحققین بھی اس کی تصریح فرما چکے ہیں۔ لیکن یہاں ہم ان کی عبارت نقل کر کے بات کو طویل کرنے اور کتاب کو ضخیم بنانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی اس مسئلہ کو اس طرح لکھ دیا ہے کہ اس کے بعد کسی اور کی عبارت نقل کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔ اس لیے ہم ان ہی کی ایک عبارت اس سلسلہ میں نقل کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

فاضل موصوف اپنے رسالہ "جزائر اشد عدوہ" کے صفحہ ۲۳ پر لکھتے ہیں:

اور نفوس متواترہ اولیاء کرام و ائمہ عظام و علماء اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی۔ روزِ اول سے اب تک اور اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا ناجز، ملک یا انسان، جن یا حیوان، بلکہ تمام ماسویٰ اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی، اُس کی کلی انھیں کے صبا ئے کرم سے کھلی، اور کھلتی ہے یا کھلے گی۔ انھیں کے ہاتھوں پر پٹی اور ریشمی ہے اور بے گئی، یہ برتر الوجود اور اہل الوجود، خلیفۃ اللہ الاعظم و ولی نعمت عالم ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ خود فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انا ابوالقاسم اللہ صلی و انا اقم۔ رواہ الحاكم فی المستدرک وصحیحہ و اقروہ الناقدون

فاضل بریلوی کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ عالم میں جو کچھ نعمتِ روحانی یا جسمانی، دنیوی یا دینی، ظاہری یا باطنی کسی کو ملی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دستِ کرم کا نتیجہ ہے اور چونکہ نبوت بھی ایک اعلیٰ درجہ کی روحانی نعمت ہے، لہذا وہ بھی دوسرے انبیاء علیہم السلام کو حضور ہی کے واسطے سے ملی ہے اور اسی حقیقت کا نام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کی اصطلاح میں خاتمیت ذاتی اور خاتمیت مرتبی ہے۔

اس وقت ہم اس بحث کو اسی پر ختم کرتے ہیں اور مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہیؒ پر تکذیب رب العزت جل جلالہ کا جہتان لگایا ہے، اب اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

---



حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ

پیر  
تکذیبِ العزت جل جلالہ کا ناپاک بُہتان  
اور

اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خان صاحب حسام المؤمنین کے صفحہ ۱۳ پر حضرت مولانا گنگوہی  
کے متعلق لکھتے ہیں :

ثم تمادی به الحال في الظلم و	پھر تو ظلم و گمراہی میں اس کا مال یہاں تک
الضلال حتى صرح في فتوى	بُھا کہ اپنے ایک فتوے میں جو اُس کا مری
له (قد رايتها بخطه و خاتمه	دستخط میں نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے
بعينى وقد طبعت مرارا في	میں نے دیکھا ہے بار بار مع روکے چھپا)
بعينى و غيرها مع ردّها) ان	صاف لکھ دیا کہ جو احقر سبحانہ تعالیٰ کو
من يكذب الله تعالى بالفعل و	بافضل مجھ کو مانے اور تصریح کرے

یصریح انہ سبحانہ و تعالیٰ قد کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بولا اور یہ  
 کذب و صدارت منہ ہذا بڑا عیب اُس سے صادر ہو چکا تو اُسے کفر بالاکبر  
 العظیمة فلا تنسبوا الی فسق طاق، مگر ابی درکنار، فاسق بھی نہ کہہ، اس لیے  
 فضلاً عن ضلال فضلاء عن کہ بہت سے امام ایسا کہ چکے ہیں جیسا اُس  
 کفر فان کثیراً من الائمة نے کہا۔ بس نہایت کا۔ یہ ہے کہ اس نے تاویل  
 قد قالوا بقیلہ و اما قصاری میں خلا کی..... یہی وہ بنی جنہیں اللہ  
 امرہ انہ مخطئ فی تاویلہ... تعالیٰ نے بہرا کیا اور ان کی آنکھیں اندھی  
 ..... اولئک الذین اصمہم کر دیں

اللہ تعالیٰ واعنی ابصارہم و لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی  
 العظیم۔ (حمام الحرمین ص ۱۱)

یہ ناچیز بندہ عرض کرتا ہے کہ حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف کسی ایسے فتوے کی  
 نسبت کرنا سراسر افترا اور بہتان ہے۔ پہلی بحث میں تو مولوی احمد رضا خان صاحب  
 نے تحذیر الناس کی متفرق عبارتیں جوڑ کر گنگوہی کی تیار بھی کر لی تھی۔ یہاں تو یہ بھی ناممکن  
 ہے۔ بحمد اللہ ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مرحوم کے کسی فتوے میں  
 "اظہار مجرور نہیں، نہ کسی فتوے کا یہ مضمون ہے۔ بلکہ درحقیقت یہ صرف خان صاحب  
 "دوسرے ہم پیشہ بزرگ کا افترا اور بہتان ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اور آپ کے

چودھویں صدی کا ایک عالم اور مفتی ایک چھپی ہوئی کثیر الاشاعت کتاب (تخذ الناس) کی عبارتوں میں قطع و برید کر کے اور صفحہ ۲، ۳، ۴، ۵ کی عبارتوں میں تحریر کر کے ایک کفر کا مضمون گھڑ کے تخذیر الناس کی طرف منسوب کر سکتا ہے تو کسی جہل ساز کے لیے کسی کے مہر و دستخط بنالینا کیا مشہل ہے؟ کیا دنیا میں جہلی سکے اور جہلی دستاویزیں تیار کرنے والے موجود نہیں؟ مشہور ہے کہ بریلی اور اُس کے اطراف میں تو اس فنی کے بڑے بڑے کامل رہتے ہیں، جن کا ذریعہ معاش ہی جہل سازی ہے۔

بہر حال مولوی احمد رضا خان صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کے جس فتوے کا ذکر کیا ہے، اس کی کوئی اصل نہیں، فتاویٰ رشیدیہ جوتین جلدوں میں چھپ کر شائع ہو چکا ہے، وہ بھی اس کے ذکر سے خالی ہے بلکہ اس میں اُس کے صریح خلاف چند فتوے موجود ہیں، جن میں سے ایک اور نقل بھی کیا جا چکا ہے اور اگر فی الواقع خاں صاحب نے کوئی فتویٰ اس قسم کا دیکھا ہے تو وہ یقیناً ان کے کسی ہم پیشہ بزرگ یا ان کے کسی پیشرو کی جہل سازی اور دسیہ کاری کا نتیجہ ہوگا۔

حضرات علماء و مشائخ کی عزت اور عظمت کو مٹانے کے لیے حامدوں نے ہیں سے پہلے بھی اس قسم کی کارروائیاں کی ہیں۔ اس سلسلہ کے چند عبرت آموز واقعات ہم یہاں نقل بھی کرتے ہیں:

أمت کے جلیل القدر مجتہد اور محدث حضرت امام احمد بن حنبلؒ اُس دنیا سے کوچ فرما رہے ہیں اور کوئی بذعصب حابہ غین اُسی وقت ان کے تکیہ کے نیچے کچھ

لکھے ہوئے کاغذات رکھ جاتا ہے، جن میں خالص ملحدانہ عقائد اور زندیقانہ خیالات بھرے ہوئے ہیں۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ لوگ ان تحریرات کو امام احمد بن حنبلؒ ہی کی کاوش دماغی کا نتیجہ سمجھیں گے اور جب ان کے مضامین اسلامی تعلیمات کے خلاف پائیں گے تو امام سے بدن ہرجائیں گے اور لوگوں کے دلوں سے ان کی عزت و عظمت نکل جانے لگی۔ پھر ہماری دوکان جہاں امام کے فیض عام کے مقابلہ میں پھپکی پڑ گئی ہے، چمک اُٹھے گی

امام لغت علامہ عبد الدین فیروز آبادیؒ صاحب تاملوس زندہ تھے۔ مشہور امام اور مرجع خواص و عوام تھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسے محدث نے اُن کے خرمین علم سے خوشہ چینی کی۔ حاسدین ان کی اس غیر معمولی مقبولیت کو نہ دیکھ سکے اور اُن کی عظمت و شہرت کو قبہ لٹکانے کے لیے ان کے نام سے پوری ایک کتاب حضرت امام ابو حنیفہؒ کے مطاعن میں تصنیف کر ڈالی جس میں خوب زور شور سے حضرت امام اعظمؒ کی تحقیر بھی کی اور یہ جلی کتاب دُور دراز مقامات تک شائع کر دی گئی۔ حنفی دُنیا میں علامہ فیروز آبادیؒ کے خلاف منایت زبردست ہوجان برپا ہو گیا۔ لیکن بیچارے علامہ کو اس کی بالکل بھی خبر نہیں یہاں تک کہ جب وہ کتاب ابو بکر الخياط البغوی الیانی کے پاس پہنچی تو انھوں نے علامہ فیروز آبادیؒ کو خط لکھا کہ ”آپ نے یہ کیا کیا؟ علامہ موصوف نے اس کے جواب میں لکھا:

”اگر وہ کتاب جہاں میری طرف منسوب کر دی گئی ہے آپ کے

پاس ہو تو فوراً اس کو تہ آتش کر دیجئے۔ خدا کی پناہ! میں اور حضرت  
امام ابو حنیفہؒ کی تکفیر و انا اعظم المعتقدین فی الامم  
ابی حنیفہؒ (حالانکہ مجھ کو امام کی جناب میں بے انتہا عقیدت ہے)  
میں نے تو ایک ضخیم کتاب بھی امام کے مناقب عالیہ میں لکھی ہے۔

امام مصطفیٰ قرمانی حنفی نے نہایت جانکاہی سے مقدمہ ابو الیث سمرقندی کی  
ایک مبسوط شرح لکھی۔ جب ختم کر چکے تو مصر آئے کہ وہاں کے علماء کو دکھلانے کے بعد  
اس کی اشاعت کریں گے۔ تصنیف مجدد اللہ کامیاب تھی۔ بعض حاسدوں کی نظریں  
کھٹک گئی اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اس کی اشاعت سے ہماری دکانوں کی رونمائی  
پڑ جائے گی۔ کچھ اور تو نہ کر سکے البتہ یہ خباثت کی کہ اس کے باب آداب الخلاء کے اس  
مسئلہ میں کہ قضائے حاجت کے وقت آفتاب و ماہتاب کی طرف رخ نہیں کرنا چاہیے  
اپنی وسیع کاری سے اتنا اضافہ کر دیا کہ چرخہ ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کی عبادت  
کیا کرتے تھے۔ (معاذ اللہ منہ) علامہ قرمانی کو اس شرارت کی کیا خبر تھی۔ انھوں نے  
لاعلیٰ میں وہ کتاب علماء مصر کے سامنے پیش کر دی جب ان کی نظر اس دلیل پر پڑی  
سخت برہم ہوئے اور تمام مصر میں علامہ قرمانی کے خلاف ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تاہمی  
وقت نے واجب القتل قرار دیا۔ بیچارے راتوں رات جان بچا کر مصر سے بھاگے۔  
ورنہ سرویہ بغیر پچھوٹنا مشکل تھا۔

عارفِ ربانی امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب الیواقیت والجزاہر میں

آپ بتی کہتے ہیں کہ

”بعض حاسدوں نے میری کتاب البحر المورود فی الموائین و المعجزات  
میں میری زندگی ہی میں عقائد باطلہ اور خیالات فاسدہ بڑھا دیے اور  
تین سال تک مصر و مکہ مکرمہ میں خوب اس کی اشاعت کی جب مجھے  
اس کا علم ہوا تو میں نے مشاہیر علماء سے اصل نسخہ پر تصدیقیں لکھوا کر  
ان ملکوں میں بھیجا۔ وہ حسد و کینہ کے مریض اس پر بھی باز نہ آئے اور ان  
کینوں نے اس کے بعد یہ پروپیگنڈہ کیا کہ جن علماء نے ان پر تصدیقات  
لکھی تھیں، اب وہ اس سے رجوع کر رہے ہیں اور اکثر کر چکے ہیں (اہم  
شعرائی لکھتے ہیں کہ) جب مجھے اس کی خبر ہوئی تو میں نے پھر ان حضرات  
علماء کو خط لکھ دی اور خود انھیں کے قلم سے حاسدوں کے اس نئے  
پروپیگنڈے کی تردید لکھوا کر عرب روانہ کیں، جب کہیں اس فتنہ  
کا خاتمہ ہوا۔“

یہ گنتی کے چند واقعات ہیں۔ تاریخ اور تذکرے کی کتابیں اگر دیکھی جائیں تو  
بذریعہ حاسدوں کی دسیہ کاریوں کے ان جیسے سیکڑوں شرمناک واقعات ملیں گے  
پس اگر حقیقت فاضل بریلوی اپنے اس بیان میں سچے ہیں کہ انھوں نے  
مندرجہ بالا مضمون کا کوئی فتویٰ حضرت گنگوہی مرحوم کے فہرہ دستخط کے ساتھ دیکھا  
تو یقیناً وہ اسی قبیلہ سے ہے۔ لیکن پھر بھی مولوی احمد رضا خان صاحب کو اس

کی بنا پر کفر کا فتویٰ دینا ہرگز جائز نہ تھا، تا وقتیکہ وہ یہ تحقیق نہ کر لیتے کہ یہ فتویٰ حضرت مولانا کا ہے بھی یا نہیں؟ فقہ کا سقم اور مشور مسئلہ ہے کہ "الخط يشبه الخط" یعنی ایک انسان کا خط دوسرے کے خط سے مل جاتا ہے اور خود خاں صاحب بھی اس سے ناواقف نہیں۔ چنانچہ خط یا تار سے عدم ثبوت روایت ہلال پر استدلال کرتے ہوئے آپ تصریح فرماتے ہیں کہ:

"تمام کتابوں میں تصریح ہے "الخط يشبه الخط" الخط لا يعمل به"

(مخططات اعلیٰ حضرت جلد ۲، ص ۵۲)

بہر حال جبکہ روایت ہلال خبیسی معمولی باتوں میں خط کا اعتبار نہیں تو پھر تکفیر جیسے اہم معاملہ میں کیونکر اس کا اعتبار ہو سکتا ہے۔

رہے وہ دلائل جو خاں صاحب نے حضرت گنگوہی مرحوم کی طرف اس جعلی فتوے کی نسبت صحیح ہونے پر اپنی کتاب تہمید ایمان میں پیش کیے ہیں وہ نہایت کچر پچ اور تاجر عسکرت سے زیادہ کمزور ہیں۔

ناظرین ذرا ان کو خود بھی دیکھ لیں اور جانچ لیں۔

مولوی احمد رضا خان صاحب مرحوم اس جعلی فتوے کے متعلق تہمید ایمان ص ۳۸

پر لکھتے ہیں:

"یہ تکذیب خدا کا ناپاک فتویٰ اٹھارہ برس ہوئے ۱۳۰۸ ہجری میں رسالہ

"صیانتہ الناس" کے ساتھ مطبع حدیقۃ العلوم میرٹھ میں مع روکے شائع ہو چکا،

پھر ۱۳۱۸ھ میں مطبع گلزار حسنی معینی میں اس کا منسل رد چھپا، پھر ۱۳۲۰ھ میں پٹنہ عظیم آباد مطبع تحفہ خضیہ میں اس کا اور قاہرہ رد چھپا، اور فتویٰ دینے والا جمادی الآخرہ ۱۳۲۳ھ میں مرا اور مرتے دم تک ساکت رہا نہ یہ کہا کہ وہ فتویٰ میرا نہیں حالانکہ خود چھپائی ہوئی کتابوں سے فتوے کا انکار کر دینا سہل تھا، نہ یہی بتلایا کہ مطلب وہ نہیں جو علمائے اہل سنت بتا رہے ہیں بلکہ میرا مطلب یہ ہے۔ نہ کفر صریح کی نسبت کوئی سہل بات تھی جس پر التفات نہ کیا۔

حشو و زوائد حذف کر دینے کے بعد خاں صاحب کی اس دلیل کا حاصل صرف اس قدر ہے کہ

۱۔ یہ فتویٰ مع رد کے مولانا گنگوہی مرحوم کی حیات میں تین مرتبہ چھپا۔

۲۔ انھوں نے تازلیت اس فتوے کی نسبت سے انکار نہیں کیا، نہ اس کا اور کوئی مطلب بتایا۔

۳۔ اور چونکہ معاملہ سنگین تھا، اس لیے اس خاموشی کو عدم التفات پر بھی محمول نہیں کیا جاسکتا، لہذا ثابت ہو گیا کہ یہ فتویٰ انھیں کا ہے اور اس کا مطلب بھی وہی ہے، جس کی بنا پر ہم نے تکفیر کی ہے۔

اگرچہ خاں صاحب کی اس دلیل کا لچر پوچ اور مہل ہونا ہمارے نقد و تبصرہ کا محتاج نہیں۔ ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی تھوڑے سے غور و فکر سے اس کی لغویت کو سمجھ سکتا ہے



ماہم، سب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہر جز پر تھٹھی سی روشنی ڈال کر ناظرین سے بھی  
 خاں صاحب کے علم و مجتہدیت کی کچھ داد و لوا دی جائے۔

خاں صاحب کی دلیل کا پہلا بنیادی مقدمہ یہ ہے کہ :

”یہ فتویٰ مولانا گنگوہی کی حیات میں تین مرتبہ مع رد کے چھپا۔“

اسی مقدمہ سے اتنا تو معلوم ہو گیا کہ یہ جعلی فتویٰ صرف مولانا کے مخالفین نے  
 چھاپا ہے۔ مولانا یا آپ کے متوسلین کی طرف سے کبھی اس کی اشاعت نہیں ہوئی (خیر  
 اس راز کو تو اہل بصیرت ہی سمجھیں گے) ہم کو تو اس کے متعلق صرف اتنا عرض کرنا ہے  
 کہ اگر خاں صاحب کے بیان کو صحیح سمجھ کر یہ تمہی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ فتویٰ متعدد بار مع رد  
 کے حضرت گنگوہی مرحوم کی حیات میں چھپ کر شائع ہوا، جب بھی لازم نہیں آتا کہ  
 حضرت کے پاس بھی پہنچا جو یا ان کو اس کی اطلاع بھی ہوئی ہو، اور اگر ان کے پاس بھیجا  
 گیا تو سوال یہ ہے کہ ذریعہ قطعی تھا یا غیر قطعی؟ پھر کیا خاں صاحب کو اس کی وصولیابی کی  
 اطلاع ہوئی؟ اگر ہوئی تو وہ ذریعہ قطعی تھا یا غلطی! بحث کے اتنے پہلوؤں سے چشم پوشی کر  
 کے کفر کا قطعی یقینی فتویٰ دینا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ بہر حال جب تک قطعی طور پر یہ  
 ثابت نہ ہو جائے کہ فی الواقع حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے کوئی ایسا فتویٰ لکھا تھا جس  
 کا قطعی اور متعین مطلب وہی تھا جو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا ہے اس  
 وقت تک ان یقینی بنیادوں پر کفیر قطعاً ناروا اور معصیت ہے۔ حضرت مولانا گنگوہی  
 مرحوم تو ایک گوشہ نشین عارف باللہ تھے جن کا حال بلابالغہ یہ تھا ۷

بسروائے جاناں زجاں شتعل بذکر حبیب از جہاں شتعل  
یہ خاکسار جس کے اوقات کا خاصہ حصہ اب تک اہل باطل ہی کی قواضی میں صرف  
ہوا ہے آج تک اس جہل فترے کے ان تینوں ایڈیشنوں کی زیارت سے محروم ہے  
جن کا ذکر خاں صاحب فرما رہے ہیں، پس ہو سکتا ہے بلکہ قرین قیاس ہے کہ حضرت  
مرحوم کو اس قصہ کی خبر بھی نہ ہوئی ہو۔

خاں صاحب کی دلیل کا دوسرا مقدمہ یہ تھا کہ مولانا گنگوہی مرحوم نے اس فتویٰ  
سے انکار نہیں کیا، نہ اس کی کوئی تاویل بیان کی۔

اس کے متعلق پہلی گزارش تو یہی ہے کہ جب اطلاع ہی ثابت نہیں تو انکار کس  
چیز کا اور تاویل کس بات کی؟ اور فرض کر لیجئے ان کو اطلاع ہوئی، لیکن انھوں نے ناؤڈائز  
مفتویوں کی اس ناپاک حرکت کو ناقابل توجہ اور شائستہ اعتناء ہی نہ سمجھا، یا ان کے معاملہ  
کو حوالہ بخدا کر کے سکوت اختیار فرمایا۔

ربا یہ کہ کفر کی نسبت کوئی معمولی بات نہ تھی جس کی طرف التفات نہ کیا جاتا،  
سو اول تو یہ ضروری نہیں کہ دوسرے بھی آپ کے اس نظریہ سے متفق ہوں، ہو سکتا  
ہے کہ انھوں نے اس لیے انکار کی ضرورت نہ سمجھی ہو کہ ایمان والے خود ہی ایسے ناپاک  
افترا کی تکذیب کر دیں گے۔ یا انھوں نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ گنگوہی اُچھالنے والے علمی اور  
نذہبی دنیا میں کوئی مقام نہیں رکھتے، لہذا ان کی بات کا کوئی اعتبار ہی نہ کر لیا۔ بہر حال  
سکوت کے لیے یہ وجوہ بھی ہو سکتے ہیں اور پھر قطع نظر ان تمام باتوں سے، یہ کہنا ہی غلط

ہے کہ ”کفر کا معاملہ سنگین تھا بے شک خاں صاحب کی ”مجددیت“ کے دوسرے پہلے تکفیر ایسی ہی غیر معمولی اہمیت رکھتی تھی، لیکن خاں صاحب کی رُوح اور ان کی موجز ذریت مجھے معاف فرمائے کہ جس دن سے اقامت کا اعلان خاں صاحب کے بے ہاک ہاتھوں میں گیا ہے، اس روز سے تو کفر اتنا سستا ہو گیا کہ اللہ کی پناہ !

ندوة العلماء والے کافر، جرائعین کافر نہ کہ وہ کافر۔ علماء دیوبند کافر، جرائعین کافر نہ کہ وہ کافر۔ غیر معتدین اہل حدیث کافر، مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کافر اور تو اور تحریک خلافت میں شرکت کے مجرم میں اپنے برادران طریقت مولوی عبداللہ صاحب دہلوی کافر، مولوی عبدالقدیر صاحب دہلوی کافر، کھڑکی وہ بے پناہ شینگن چلی کہ الہی توبہ۔ بریلی کے ڈھائی لاکھ انسانوں کے سوا کوئی بھی مسلمان نہ رہا۔

پس ہو سکتا ہے کہ خاں صاحب اور ان جیسے کھڑا کسی اللہ والے کو کافر کہیں اور وہ اس شور و غوغا کو نہایت اطمینان سمجھتے ہوئے خاموشی اختیار کرے اور اس کا اصول

یہ ہو کہ  
وَلَقَدْ أَمَرْتُ عَلَى اللَّهِ عِیمَ یَسْبُغِ  
فَمَضِیْتُ ثُمَّ قُلْتُ لَا یَعْنِیْ

اور ہو سکتا ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو اطلاع ہوئی ہو اور انھوں نے اس حیلے سے انکار بھی فرمایا ہو لیکن خاں صاحب کو اس انکار کی اطلاع نہ ہوئی ہو پھر عظیم اطلاع سے عدم انکار کیونکر سمجھا جاسکتا ہے؟ کیا عدم علم، عدم اشیٰ کو مستلزم ہے؟ اہل علم اور اباب انصاف غور فرمائیں کہ کیا اتنے احتمالات کے ہوتے ہوئے

بھی تکفیر جائز ہو سکتی ہے؛ دعویٰ تو یہ تھا کہ

”ایسی عظیم احتیاط والے (یعنی خود بدولت جناب مولیٰ احمد رضا خاں صاحب) نے ہرگز ان دشنامیوں (حضرت گنگوہی وغیرہ) کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو گیا، جس میں اصلاً اصطلاحاً ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی مایل نہ بل سکی۔“ (تہذیب ص ۴۴)

اور دلیل اس قدر پھر کہ یقین کیا مننے ظن کی بھی مفید نہیں، اور اگر ایسی ہی دلیل سے کفر ثابت ہوتا ہے تو پھر تو اسلام اور مسلمانوں کا اللہ ہی حافظ کوئی جاہل یا دیرانہ کسی با خدا کو کافر کہے، وہ اس کو ناقابل خطاب سمجھتے ہوئے اعراض کرے اور اس کے سامنے اپنی صفائی پیش نہ کرے، پس خاں صاحب کی دلیل سے کافر ہو گیا۔ چہ خوش!

گر ہمیں شہوتی و ہمیں ستوی

کارایاں تمام خواہ شد

ادھر فقہائے کرام کی وہ تصریحات کہ اگر ۹۹ احتمال کفر کے ہوں اور صرف ایک احتمال اسلام کا، تب بھی تکفیر جائز نہیں، اور ادھر چودھویں صدی کے ان خود ساختہ مجدد صاحب کی یہ تزویتی کہ صرف خیالی و وہی مقدمے جوڑ کر نتیجہ نکالا اور تکفیر یقینی قطعی: ہر کہ شک آرد کافر گرد۔

بہیں تفاوت رہ از کہا ست تا بجایا

یہاں تک تو مناظرانہ بحث تھی لیکن اس کے بعد ہم یہ بھی بتلادینا چاہتے ہیں کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے اخیر زمانہ حیات میں جب آپ کے بعض متوسلین کو اہل بدعت کی اس افراط پر دانی کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے عرضینہ لکھ کر حضرت مرحوم سے اس کے متعلق دریافت کیا، حضرت نے جواب میں اپنی برادرت اور جعلی فتوے کے لفظی معنی سے کامل سبزیاری ظاہر فرمائی اور خانصاحب کو اس کی اطلاع بھی ہوئی، لیکن کفر کا فتویٰ پھر بھی جوں کا توں رہا۔ یہیں سے تکفیر کے ان طلبہ وار اور ان کی ذہنیت کی نیت بے نقاب ہو جاتی ہے۔

چنانچہ ۱۳۲۳ھ میں حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ نے جب مولوی احمد رضا خاں صاحب کے خاص الخاص عقیدت کیش میاں مخی عبدالرحمن کچھریوی کے ایک رسالہ میں اس جعلی فتوے کا ذکر دیکھا تو اسی وقت حضرت کی خدمت میں گنگوہی عریضہ لکھا کہ حضرت کی طرف اس مضمون کے فتوے کی نسبت کی جا رہی ہے، اس کی کیا حقیقت ہے؟ تو جواب آیا کہ

یہ سراسر افتراء اور محض بہتان ہے۔ بھلا میں ایسا کیسے لکھ سکتا ہوں؟ حضرت مرحوم کے اس جواب کا ذکر حضرت مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب مدظلہ کے متعدد رسائل "السحاب المدراء"، "تزکیۃ الخواطر" وغیرہ میں آچکا ہے اور یہ تمام سالے ماں صاحب کی حیات میں ان کے پاس پہنچ بھی چکے ہیں۔

نیز جب پہلے پہل اس بہتان کا چرچا بریلی میں ہوا، تو یہاں سے بھی حضرت کے

بعض موتیوں نے گنگرہ عریضہ کلمہ کی حقیقت حال دریافت کی۔ اس کے جواب میں بھی حضرت مرحوم نے اپنی بیزاری ظاہر فرمائی اور حضرت مرحوم کی وہ جوابی تحریر بعینہً خالصاً کو دکھلائی بھی گئی مگر پتھر کے اس دل پر کوئی اثر نہ ہوا اور خدا کا خوف غلطی کے اقرار پر اس کو آمادہ نہ کر سکا۔

ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَابَةِ أَوْ أَمْسَدُ قَسْوَةً  
وَإِنَّ مِنَ الْحِجَابَةِ لَمَّا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْأَنْهَارُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَنْفَجُّ  
مِنْهُ الْمَاءُ وَإِنَّ مِنْهَا لَمَّا يَنْهَبُ مِنْ خُسْفٍ ۚ اللَّهُ ۝

یہی وہ حالات اور واقعات ہیں جن کی وجہ سے ہم یہ سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہیں کہ  
خاں صاحب کے قتلے کفر کی بنیاد پہلے دن سے کسی غلط فہمی یا غلطی پر نہ تھی بلکہ  
درحقیقت اس کی تہ میں صرف حسد و جاہ پرستی اور نفس پروری کا بے پناہ جذبہ کار فرما  
تھا۔ وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ۔

اے پھر تمہارے دل سخت ہو گئے، پس وہ پتھروں کی طرح ہیں یا ان سے بھی زیادہ سخت اور بیشک  
پتھروں میں سے تو ایسے بھی ہیں جن سے نہریں بھوٹ رہی ہیں، اور ان میں سے ایسے بھی ہیں جو سخت ہو  
جاتے ہیں پھر ان سے پانی نکلتا ہے، اور ایسے ان میں وہ ہیں جو خدا کے خوف سے نیچے آگرتے ہیں

(۳)

حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تنقیص شان سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ناپاک بہتان

مولوی احمد رضا خاں صاحب خدام الحرمین ص ۱۵ پر لکھتے ہیں :

وَمَوْلَاءُ اتِّبَاعِ شَيْطَانَ الْاَوْفَاقِ اور یہ شیطان آفاق ابلیس لعین کے پیرو ہیں  
 ابلیس اللعین و هم ایضاً اذ ناب اور یہ بھی اُسی تکذیبِ خدا کرنے والے لگتے ہی  
 ذلک المکذب الکنکوی فانہ کے دُم چپتے ہیں کہ اُس نے اپنی کتاب براہین  
 قد صرح فی کتابہ البراہین القاطعہ قاطعہ میں تصریح کی (اور خدا کی قسم وہ قطع  
 وما ہی واللہ الا القاطعہ لما امر نہیں کرتی مگر ان چیزوں کو جن کے جوڑنے  
 اللہ بہ ان یوصل بان شیخہم کا اللہ عزوجل نے حکم فرمایا ہے) کہ ان کے پیر  
 ابلیس اوسع علما من رسول اللہ ابلیس کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و هذا نصہ الشنیع بلفظه الفطیخ (ص ۴۷) زیادہ ہے اور یہ اس کا بڑا قتل خود اس کے بد الفاظ میں ص ۴۷ پر ہے۔

شیطان و ملک الموت کہ الزای ان هذه السعة في العلم ثبتت للشيطان و ملك الموت بالنص و ای نص قطعی فی سعة علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حتی تردُّ به النصوص جميعاً و یثبت شرك و کتب قبله ان هذا الشرك ليس فيه حجة

خردل من ایمان -

پھر مؤلف براہین کو کچھ قیادتیں "شناکر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں :

وقد قال في نسيم الرياض اور بے شک نسیم الرياض میں فرمایا (جبیا کما تقدم من قال فلان اعلم منه کہ اس کا نص اصل کتاب میں گزر چکا ہے) صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقد کہ جو کسی کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم عابہ و نقصه فهو سائب و الحکم کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بے شک فيه حکم الساب من غير فوق لا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عیب لگایا اور نستثنى منه صورة و هذا اكله حضور کی شان گھٹائی تو وہ کالی دینے والا ہے اور اس



اجماع من لدن الصحابة رضی اللہ تعالیٰ عنہم ثم اقول انظروا  
 کلام وہی ہے جو کالی دینے والا ہے، اسلاف  
 نہیں، اس میں سے ہم کسی صورت کا اشتہار نہیں  
 کرتے، اور ان تمام احکام پر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہم کے زمانہ سے اب تک برابر اجماع چلا آیا  
 ہے۔ پھر میں کہتا ہوں کہ اللہ کی مہر کر دینے کا  
 اثر دیکھو، کیونکہ انکسار انہما ہو جاتا ہے اور  
 راہ حق چھوڑ کر چوہرے ہونا پسند کرتا ہے۔ ہمیں  
 کے لیے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لانا ہے  
 اور جب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے، حالانکہ شرک  
 تو اسی کا نام ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے کوئی  
 شریک ٹھہرایا جائے تو جس چیز کا مخلوق میں سے  
 کسی ایک کے لیے ثابت کرنا شرک ہو، وہ تو تمام  
 جہان میں جس کے لیے ثابت کی جائے یقیناً شرک  
 ہوگا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہو سکتا تو دیکھیں  
 عین کے اللہ عزوجل کے ساتھ شریک ہونے کا کیسا  
 ایمان رکھتا ہے۔ شرک تو محمد رسول اللہ صلی اللہ

اعلیٰ، وکیف یختار علی الہدی  
 العسی، یومن بعلم الارض محیط  
 لا یلیس واذ جاء ذکر محمد رسول  
 اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال  
 هذا شرک وانما الشرک اثبات  
 الشرک للہ تعالیٰ فالشیء اذا کان  
 اثباتہ لاحد من المخلوقین شرکا  
 کان شرکا قطعاً لكل الخلق اذا لا  
 یصح ان یکون احد شریک للہ تعالیٰ  
 فانظروا کیف امن بان ابلیس شریک  
 لہ سبحانہ وانما الشرکة منتفیة  
 عن محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 ثم انظروا الی غشاة غضب اللہ  
 تعالیٰ علی بصره یطالب فی علم محمد

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بالنقص و  
 لا یرضی بہ حتی یکون قطعاً فاذا  
 جاء علی سلب علمہ صلی اللہ تعالیٰ  
 علیہ وسلم تمسک فی ہذا البیان  
 لنفسہ علی صفحہ ۴۶ بستہ اسطر  
 قبل ہذا الکفر المہین بحديث  
 باطل لا اصل له فی الدین وینسبہ  
 کذاباً الی من لم یرہ بل ردہ بالرد  
 المبین حیث یقول روی الشیخ  
 عبد الحق قدس سرہ عن النبی صلی  
 اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اِنَّہ قال لا اعلم  
 ما ودا ہذا الجدار اہ مع ان الشیخ  
 قدس اللہ تعالیٰ ستہ اِنما قال فی  
 مدارج النبوة مکن ایشکل ہمہنا  
 بان جاء فی بعض الروایات اِنَّہ قال  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اِنما  
 انا عبد لا اعلم ودا ہذا الجدار

تعالیٰ علیہ وسلم سے متقی ہے پھر غضب الہی کا گنا ٹپ  
 اس کی آنکھوں پر دیکھو۔ علم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تو  
 نقص لگتا ہے اور نص پر بھی راضی نہیں جب تک  
 قطعی نہ ہو اور جب خصوصاً قدس صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 علم کی غنی پر آیا تو خدا اسی بحث میں صفحہ ۴۶ پر اس  
 ذلت دینے والے کفر سے ہر سطر پہلے ایک جابل  
 روایت کی سند کھڑی ہے جس کی دین میں بالکل اصل  
 نہیں اور ان کی طرف اس کی نسبت کر رہا ہے جنہوں  
 نے اُسے روایت نہ کیا بلکہ اُس کا صاف رد کیا کہ  
 کتا ہے شیخ عبد الحق رحمہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو  
 دیار کے پیچھے کا بھی علم نہیں حالانکہ شیخ نے مدارج  
 اشترکہ میں یوں فرمایا ہے کہ یہاں یا اشکال پیش  
 کیا جاتا ہے کہ بعض روایات میں آیا کہ نبی صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے یوں فرمایا میں تو ایک بندہ ہوں اس  
 دیار کے پیچھے کا حال مجھے معلوم نہیں اس کا جواب  
 یہ ہے کہ یہ قول بے اصل ہے اس کی روایت  
 صحیح نہ ہوئی۔ دیکھو کیسی لاف تہ برا الصلوٰۃ سے

وجوابہ ان هذا القول لا اصل له      دلیل دیا اور ”وانتم سُکّاری“ کو سچو لگایا۔  
 ولم تصح به الروایۃ الا فانظروا کیف  
 یجتع بلا تقربوا الصلوۃ ویترکوا  
 انتم سُکّاری“ (مسلم، ص ۱۷۸)

اس موقع پر شرقی کفریہ لوہا کرنے کے لیے مولوی احمد رضا خان صاحب نے دین و  
 دیانت پر جو ظلم کیا ہے اُس کی فریادیں واحد قہار سے ہے۔ اُس کی باز پرس انشاء اللہ  
 روز جزا ہوگی۔ لیکن دنیا میں ارباب انصاف بھی فیصلہ فرمائیں کہ اس مدعی مجتہدیت  
 کے بیان اور اُس کے فتوے میں کتنی صداقت ہے؟

اس عبارت میں خاں صاحب نے مصنف براہین قاطعہ پر مندرجہ ذیل چار  
 اعتراض کیے ہیں:

۱۔ (معاذ اللہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریعت کو شیطان رجیم کے علم  
 سے گھٹایا۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے زمین کے علم محیط کے اثبات کو شرک بتلایا اور  
 شیطان لعین کے لیے اس کو ثابت مانا حالانکہ کسی ایک مخلوق کے لیے جس چیز  
 کا ثابت کرنا شرک ہے دوسری مخلوقات کے لیے بھی اس کا ثابت کرنا یقیناً شرک  
 ہے تو گویا مصنف براہین نے (معاذ اللہ) شیطان کو خدا کا شریک مان لیا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نص قطعی کا مطالبہ کیا، اور جب حضور اللہ صلی

علم کی نفی کی، تو ایک باطل الروایہ حدیث سے استناد کیا۔

۴۔ پھر اس حدیث کی روایت کو از راہ دروغ بیانی اس شخص کی طرف منسوب کیا، جس نے روایت نہیں کی بلکہ نقل کر کے ردِ بیغ کیا۔

یہ ہے خانصاحب کی اس ساری عبارت کا خلاصہ اور مصنف براہین قاطعہ کے خلاف ان کی فرد قراود اور جرم — ہم تحریر جواب سے پہلے چند تمہیدی مقدمات عرض کرتے ہیں۔

پہلا مقدمہ | علم کی دو قسمیں ہیں: ذاتی اور عطائی۔ ذاتی وہ ہے جو از خود ہو، کسی کا دیا ہوا نہ ہو۔ اور عطائی وہ ہے جو کسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہو۔ پہلی قسم (علم ذاتی) اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ مخلوقات میں سے جس کو بھی کوئی علم ہے وہ سب اسی کا دیا ہوا اور بتلایا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی ولی یا نبی یا فرشتے کے لیے بھی علم ذاتی ثابت کرے گا تو سب کے نزدیک مشرک ہوگا، چونکہ یہ تمام امت کا مشہور اجماعی مسئلہ ہے لہذا ہم اس کے ثبوت میں صرف خاں صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ ع

مدعی لاکھ پھباری ہے گواہی تیری

موصوف "خالص الاعتقاد" صفحہ ۲۸ پر رقمطراز ہیں:

"علم یقیناً ان صفات میں ہے کہ غیر خدا کو بہ عطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی و عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی، یوں ہی محیط و غیر محیط کی تقسیم بدیہی"

ان میں اللہ عزوجل کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر قسم کی تقسیم  
اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی :

نیز اسی خالص الاعتقاد کے صفحہ ۳۲ پر فرماتے ہیں :

بلاشبہ غیر خدا کے لیے ایک ذرہ کا علم ذاتی نہیں، اس قدر خود ضرورتاً  
دین سے ہے اور منکر کافر۔

اور الدولۃ المکیۃ کی نظر اول صفحہ ۶ پر ہے :

فالاول (العلم الذاتي) مختص بالمولیٰ علم ذاتی اللہ عزوجل سے خاص ہے اس کے  
سبحانہ و تعالیٰ لا یمکن لغیرہ ومن غیر کے لیے محال ہے جو اس میں سے کوئی چیز  
اثبت شیئاً منہ ولو ادنیٰ من ادنیٰ اگرچہ ایک ذرہ سے کتر سے کتر غیر خدا کے  
من ذرۃ لاحدا من العالمین فقد کفر۔ لیے مانے وہ یقیناً کافر و مشرک ہو گیا اور ہلاک و  
اشرک و باد و ہلاک۔ بر باد ہوا۔

دوسرا مقدمہ کائنات کے ہر ذرہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کے علوم غیر فنا ہی ہیں اور چونکہ  
بسی مخلوق کا علم معلومات غیر فنا ہیہ کو محیط نہیں ہو سکتا۔ لہذا کہا جا  
سکتا ہے کہ کسی مخلوق کو ایک ذرہ کا بھی حقیقی معنی میں علم محیط نہیں ہو سکتا۔

اس کے ثبوت میں بھی ہم خاں صاحب بریلوی ہی کی تصریحات پر قناعت کریں گے  
مصرف الدولۃ المکیۃ صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں :

بل لہ سبحانہ و تعالیٰ فی کل ذرۃ علوم بلکہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے لیے ہر ذرہ میں علوم

لا تتناهى لان لكل ذرة مع كل ذرة كائت او تكون او يمكن ان تكون نسبة بالقرب والبعد والجهة مختلفة في الازمنة باختلاف الامكنة الواقعة والممكنة من اول يوم الى ما لا اخر له والكل معلوم له سبحانه وتعالى بالفعل فعلمه عز جلاله غير متناه في غير متناه في غير متناه ..... ومعلوم ان علم المخلوق لا يحيط في ان واحد غير المتناهي كما بالفعل تفصيلا تاما حيث يمتاز فيه كل فرد عن صاحبه امتيازا كليا

نیز اسی الدرۃ المکیۃ کے صفحہ ۲۱۲ پر ہے :

انی بیئت ان له سبحانه في كل ذرة ذرة علوم لا تتناهى فكيف ينكشف شئ لخلق كما ينكشفه للخالق عز وجل  
 تحقیق میں بیان کر چکا ہوں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ کے ہر ذرہ میں غیر متناہی علوم ہیں۔ پس کوئی چیز کسی مخلوق کے لیے اس طرح کیسے منکشف ہو سکتی ہے جیسے

جل :

کہ اس کا انکشاف خداوند تعالیٰ کے لیے ہے۔

**تبیین اُمّ مقدّمہ** عقیدہ قائم کرنے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے اور نفی کے لیے صرف عدم دلیل ثبوت کافی ہے۔ اسی لیے قرآن عزیز میں ماہر مفسرین کے خیالات باطلہ اور حقائق فاسدہ کی تردید میں فرمایا گیا ہے کہ یہ ان کے ذاتی خیالات اور شیطانی وسوسہ ہیں۔ خدا کی طرف سے اُن پر کوئی دلیل دُربارِ ان نہیں۔

نیز خود مولوی احمد رضا خاں صاحب نے بھی انبار المصطفیٰ میں عقائد کے اثبات کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔

**چوتھا مقدّمہ** علوم و دقّسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کو دین سے تعلق ہے (جیسے تمام علوم دینیہ شرعیہ) اور دوسرے وہ جن کو دین سے تعلق نہیں (جیسے زید، عمرو، لنگا پر شاہ، جنّاد اس، سرسنگ اور لاڈ و لنگدن، ہسٹریچرل وغیرہ کے جنّی حالات کا علم، زمین کے کیڑے مکوڑوں اور سمندر کی مچھلیوں کی تعداد اور ان کے خواص کا علم، ان کی عام نقل و حرکت، اکل و شرب اور بول و باز کا علم) ظاہر ہے کہ ان چیزوں کے علم کو دین سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ان علوم کو کمالِ انسانی میں کوئی دخل، اور نہ ان کے نہونے سے انسان میں کوئی نقصان !

اگرچہ یہ مقصد بھی ہے اور ہر معمولی سی عقل رکھنے والا بھی اس کو تسلیم کرے گا، مگر اب چند روز سے مولوی احمد رضا خاں صاحب کی رُومانی ذریت نے اس سے انکار شروع کر دیا ہے اور وہ نہایت بلند آہنگی کے ساتھ کہتے ہیں کہ دُنیا میں کوئی علم ایسا نہیں جس کا دین سے تعلق نہ

ہو اور جس کو کمال انسانی میں دخل نہ ہو، لہذا یہاں بھی ہم صرف خاں صاحب ہی کی ایک عبارت پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔ موصوف کے لفظوں میں حصہ دوم صفحہ ۶۲ پر ہے ”سیمیا ایک ناپاک علم ہے۔“ خاں صاحب کے اس مختصر مگر پرمعنی فقرے سے صرف اتنا ضرور معلوم ہو گیا کہ بعض علم ناپاک بھی ہیں اور ظاہر ہے کہ جو علم ناپاک ہو، وہ نہ دینی علم ہو سکتا ہے اور نہ کسی انسان کے لیے باعث کمال۔

**پانچواں مقدمہ** | شریعت میں جس علم کی مدح کی گئی ہے اور انسانوں کو جس کی ترغیب دی گئی ہے اور جو رمضان کے الہی کا باعث ہے، وہ صرف وہ علم ہے جس کا تعلق دنیاویات سے ہو اور جس سے کمال انسانی وابستہ ہو، مثلاً قرآن عزیز میں ہے:

هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ  
 کیا علم والے اور بے علم سب برابر ہو سکتے ہیں۔ (ہرگز نہیں)

اور دوسری جگہ ارشاد ہے:

يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ  
 وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ  
 اللہ تعالیٰ تم میں سے اہل ایمان اور اہل علم کے درجے بلند کرے گا۔

ظاہر ہے کہ ان آیات میں علم سے نہ انگلش مراد ہے نہ سنسکرت یا بھاشا، نہ سائنس نہ جبرافیہ، نہ جادوگری نہ شاعری، بلکہ صرف علم دین ہی مراد ہے، اور وہی خدا کو محبوب ہے اور حدیث شریف میں ہے:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى طَلَبِ عِلْمِ ہر مسلمان پر فرض ہے۔



کَلِّ مُسْلِمٍ

اور ایک دوسری حدیث میں ہے :

إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَدِّثُوا دِينًا وَلَا دِرْهَمًا وَ إِنَّمَا وَدَّوْا الْعِلْمَ ميراث نہیں چھڑی، ان کی میراث موتِ علم ہے، فَمَنْ أَخَذَ مِنْهُ أَخَذَ بِحَبْطِ وَافِرٍ جس نے اس کو لے لیا اس نے بہت بڑا جھوٹہ پایا۔

ان احادیث کریمہ میں بھی علم سے علمِ شریعت اور علمِ دین ہی مراد ہے۔ کون بد بخت کہہ سکتا ہے کہ دنیاوی علوم کا حاصل کرنا بھی مسلمان کا مذہبی فرض ہے، اور کون محرومِ بصیرت خیال کر سکتا ہے کہ جادوگری و شعبہ بانی جیسے لغو علوم بھی میراثِ نبوت ہیں۔ بہر حال یہ چیز باطل بدیہی ہے کہ شریعت میں جس علم کی ترغیب دی گئی ہے اور جس کو کمالِ انسانی میں دخل ہے وہ صرف علمِ دین ہے۔ بلکہ بیکار اور غیر متعلق باتوں کی کھود کرید سے تو شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مِنْ حُسْنِ إِسْلَامِ الْمَرْءِ تَوَكُّهُ إِنْسان کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ وہ بیکار مَا لَا يَعْضِيهِ (حدیث نبوی) باتوں میں نہ پڑے۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کے کسی شخص نے تعزیر داری اور امور متعلقہ تعزیر داری کے متعلق چند سوال کیے تھے۔ مہمندان کے بارہواں سوال (شہدائے کربلا رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق) یہ تھا کہ :

”بعد شہادت کس قدر سرب مبارک و مشق کو روانہ ہوئے تھے اور کس قدر واپس آئے“

اس کے جواب میں مولوی صاحب موصوف تحریر فرماتے ہیں :

”حدیث میں فرمایا کہ آدمی کے اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار بائیں چھوڑے“

خاں صاحب کا وہ پورا فتویٰ جس میں یہ سوال و جواب درج ہے۔ کئی جگہ مستند بار

چھپ کر شائع ہو چکا ہے اور اس کی اصل بہ ثمر و مستطاب بھی میرے پاس محفوظ ہے اور

اگر ان کے یہاں نقل فتاویٰ کا پورا اہتمام ہوگا (جیسا کہ میں نے سنا ہے) تو خاں و ماں

بھی اس کی نقل محفوظ ہوگی۔

فتوے پر تو کوئی تاریخ درج نہیں اور لغافہ پر ڈاک خانہ کی ٹہری کچھ زیاں منہ

نہیں تاہم بعد خود بسیار ظن غالب یہ ہے کہ اکتوبر ۱۹۲۰ء میں بریلی کے ڈاکخانہ سے وہ

فتویٰ روانہ ہوا ہے۔ واللہ اعلم !

خاں صاحب کے اس فتوے سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ بعض علوم ایسے بھی ہیں

جو بیکار نہیں اور ان کا حاصل نہ کرنا ہی بہتر ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ جس سوال کے جواب میں خاں صاحب نے یہ تحریر فرمایا ہے

وہ سوال زہر، عمو، بکر، حیوانات و بہائم، دریا کی پھلی، مینڈک یا حشرات الارض کے متعلق

نہیں کیا گیا ہے بلکہ اہل بیت کرام و شہدائے عظام کے مقدس سروں کے متعلق سوال ہے

اس کا جواب خاں صاحب یہ دیتے ہیں کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ بیکار بائیں چھوڑ دے

جو علوم انسان کے لیے باعث کمال نہیں اور جن کے حصول کے لیے

انسان خدا کی طرف سے مامور نہیں (جیسے روزمرہ کے جزئی حوادث

چھٹا مقدمہ



عدم معرفة الانبياء ببعضها  
او اعتقادها علی خلاف ما ہی  
علیه ولا وصم علیهم فیہ اذ  
ہمتہم متعلقۃ بالآخرۃ وانہا ثبات  
وامر الشریعة وقوانینہا وامور  
الدنیا تضاد ما بخلاف غیرہم  
من اہل الدنیا الذین یعلمون  
ظاہراً من الحیوۃ الدنیا وہم  
عن الآخرۃ ہم الغافلون -  
(شفا - ص ۲۵۴)

اور ان کے متعلق خلاف واقعہ اعتقاد قائم  
کر لینے سے انبیاء علیہم السلام کا معصوم ہونا  
ضروری نہیں (یعنی ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم  
السلام کو بعض دنیاوی باتوں کا علم نہ ہو) اور  
اس کے نہ جاننے کی وجہ سے اُن پر کوئی دھبہ  
نہیں کیونکہ ان کی ترجہ آخرت اور اس کی خبریں  
اور شریعت اور اس کے قوانین کے ساتھ متعلق  
ہے اور دنیاوی باتیں اُن کے برعکس ہیں بخلاف  
ادبائے دنیا کے جو اسی دنیاوی زندگی کو چاہتے  
ہیں اور آخرت سے بالکل غافل ہیں۔

پھر اس مضمون کو متعدد احادیث شریفہ سے ثابت فرما کر صفحہ ۳۰۲ پر لکھتے ہیں :

فمثل هذا واشباهه من امور  
الدنیا التي لا مدخل فیہا لعلم  
دیانة ولا اعتقادها ولا تعلیمها  
يجوز علیہ فیہا ما ذکرنا اذ لیس فی  
هذا اكله نقيصة ولا محطۃ و  
انما هی امور اعتیادیة یعرفها

پس دنیاوی امور میں سے ایسی باتیں کہ جن کو نہ  
دین کے علم میں کوئی دخل ہے نہ اُس کی تعلیم میں  
نہ اس کے اعتقاد میں (سوائے ایسی باتوں کے باسے  
میں) جائز ہے۔ نبی علیہ السلام پر وہ جو ہم نے  
ذکر کیا (یعنی اُن باتوں کا نہ جاننا) اس لیے کہ  
ایسی باتوں کے نہ جاننے کی وجہ سے نہ کوئی نقصان

من جَرَّبَهَا وَجَعَلَهَا هَتَّةً وَ  
 شَغَلَ نَفْسَهُ بِهَا وَالنَّبِيُّ مَشْغُونٌ  
 الْقَلْبُ بِمَعْرِفَةِ الرَّبُّوبِيَّةِ مَلَّانَ  
 الْجَوَانِحِ بِصُلُومِ الشَّرِيعَةِ  
 پید ہوتا ہے نہ درجہ اور مرتبہ میں کوئی کمی آتی  
 ہے۔ یہ امر تو عادت پر موقوف نہیں ان کو وہ  
 شخص خوب جانے لگا جس نے اللہ کا تجربہ کیا  
 ہوا اور انھیں گمانا مقصد بنالیا ہو اور جس نے اپنے نفس  
 کو انھیں باتوں میں مشغول کر دیا ہو اور رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک تو معرفت الہیہ  
 عیاض، صفحہ ۳۲ -

سے اور سیئہ فیض گنبدینہ علوم معرفت سے لبریز ہے  
 بہر حال جو امور دین سے غیر متعلق ہوں، اگر ان میں سے بعض کا حکم کسی غیر نبی کو ہو  
 جائے، اور نبی کو نہ ہو تو اُس میں اس نبی (علیہ السلام) کی کوئی تنقیص نہیں، کیونکہ ان امور  
 سے حضرات انبیاء علیہم السلام کو کوئی خاص تعلق ہی نہیں۔ اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے ارشاد فرمایا:

انتم اعلم بامور دنیا کم - اپنی دنیا کی باتوں کے تم زیادہ جاننے والے  
 (رواہ مسلم) ہر -

صحیح مسلم کی یہ روایت ہمارے درجہ کے لیے نہایت واضح اور روشن دلیل ہے نیز آپ  
 ارشاد فرماتے ہیں:

اذا كان شيء من امور الدنيا کم  
 فانتم اعلم به واذا كان شيء  
 جب کہ کوئی چیز تمہارے دنیاوی امور میں سے  
 ہو جب تو تم ہی اُس کے زیادہ جاننے والے ہو

من امر دینکہ قالی دعاہ احمد اور اگر کوئی دینی مسئلہ ہو تو میری طرف رجوع  
 و مسلمہ عن انس) و ابن ماجہ کرد۔ دعایت کیا اس کو امام احمد اور امام مسلم  
 عن انس و عائشہ م معاً) و ابن نے حضرت انس سے اور ابن ماجہ نے حضرت  
 خزیمہ عن ابی قتادہ)۔ انس اور حضرت عائشہ و فضل سے اور ابن ماجہ  
 (کنز العمال - ۶۵، ص ۱۱۶) نے حضرت ابو قتادہ سے۔

**آٹھواں مقدمہ** | اگر بعض جزئی ماقدمات کا حکم کسی اولیٰ وجہ کے شخص کو ہو اور اعلیٰ  
 کو نہ ہو، یا کسی امتی کو ہو اور نبی کو نہ ہو تو صرف اس کی وجہ سے  
 اُس ادنیٰ کو اعلیٰ سے اور اس امتی کو نبی سے اعلم (زیادہ علم والا) نہیں کہا جاسکتا مثلاً  
 آج کل کی مادی ایجادات اور صنعتی اختراعات کے متعلق جو معلومات یورپ کے ایک مُجدد  
 کو حاصل ہیں یقیناً وہ حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کو حاصل نہ تھے۔ مگر اسی بنانے  
 کا حکم جو اس کے غیر مسلم مُوجد کو تھا، وہ یقیناً حضرت خُثَیْبِ پاکؒ کو نہ تھا۔ لیکن کون امتی ہے  
 جو ان مادی اور دنیوی علوم کی وجہ سے یورپ کے ان مُجددین کو حضرت امام ابو حنیفہؒ امام  
 مالکؒ اور شیخ عبدالحق درحیلانیؒ سے اعلم (زیادہ علم والا) کہنے کی جرأت کرے۔ سینما اور  
 تھیٹر کے متعلق جو معلومات ایک فاضل و قاجر بلکہ ایک کافر و مشرک قماشہ بین کو ہیں وہ  
 یقیناً ایک بڑے سے بڑے متقی عالم کو نہیں۔ ترک کیا کوئی تارکب دماغ ہر تاشہ بین کو اس  
 عالم سے اعلم کہہ سکتا ہے اور اسی پر کیا موقوف، جو ائمہ مشیہ و لوگوں کو جو معلومات اپنے جرائم  
 کے متعلق ہوتے ہیں حضرات علمائے دین کو ان کی ہوا بھی نہیں گنتی تو کیا سب چور، ڈاکو،

گرکہ کٹ، پاکٹ مار، شرابی، کبابی، ہر عالم دین کے مقابلہ میں اعلیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں اور کیا یہ واقعہ نہیں کہ نجاست کھانے والے کیرٹے کو نجاست ذغلاط کا ذائقہ معلوم ہوتا ہے اور ہر شریف انسان اُس سے ناواقف ہے، تو کیا اب نجاست کا ہر کیرٹہ بھی تمام انسانوں سے اعلم کہا جاسکتا ہے۔

بہر حال یہ مقدمہ بالکل بدیہی ہے کہ جو علوم دین سے غیر متعلق ہوں اور جن علوم کو کمال انسانی میں کوئی دخل نہ ہو۔ وہ اگر کسی شخص کو زیادہ مقدار میں حاصل ہو جائیں، تو صرف اس کی وجہ سے اس کو زیادہ علم ملا نہیں کہا جاسکتا۔ اُعلیٰ (زیادہ علم والا) بھی کہا جائے گا جب کہ علوم کمالیہ اور علم دینیہ میں دوسروں پر فوقیت رکھتا ہو۔

**نواں مقدمہ** | قرآن و حدیث میں اس کی نظیریں بجز تہمتی ہیں کہ حضورؐ کی حیاتیاتِ طیبہ میں بہت سے واقعاتِ جزئیہ کی اطلاع دوسرے لوگوں کو ہو گئی۔

اس کے کہ وہ واقعہ انھیں پر گزرا تھا یا ان سے اس کا کوئی خاص تعلق تھا، اور حضورؐ کو اس وقت اس کی اطلاع نہ ہوئی۔ اس کی چند مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

۱۔ غزوہ تبوک میں عبداللہ بن ابی منافق نے کسی موقع پر یہ کہا:

لَا تَنْفِقُوا عَلٰی مَنْ عِنْدَ  
رَسُولِ اللّٰهِ ۔  
جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس  
رہنے والے ہیں اُن پر کچھ خرچ مت کرو۔

نیز اُسی مجلس میں اُس نے یہ بھی کہا:

وَلَئِنْ رَجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ  
لَيُخْرِجَنَّ عَلَا عَزْ مِنْهَا الْأَوَّلَ  
اگر ہم مدینہ پہنچے تو ہم میں سے جو زیادہ عزت والا  
ہو گا وہ ذلیلوں کو نکال دیا (یعنی ہم مہاجرین کو  
مدینہ سے بھگا دیں گے)

اُس کی یہ کہ اس حضرت زید بن ارقمؓ نے سنی اہل انھول نے اپنے چچا سے اس  
کا ذکر کر دیا۔ انھول نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ حضورؐ نے عبد اللہ  
ابن ابی اور اس کے ساتھیوں کو بلایا اور اس سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ اُن  
مُنافقین نے جھوٹی قسم کھائی کہ ہم نے نہیں کہا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تصدیق  
کر دی اور زید بن ارقمؓ کو جھوٹا قرار دے دیا۔ حضرت زیدؓ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کا ایسا  
صدمہ ہوا کہ مدتِ عمر کبھی ایسا صدمہ نہ ہوا تھا۔ یہاں تک کہ میں نے باہر نکلنا چھوڑ دیا،  
تاکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ منافقون کی ابتدائی آیتیں نازل فرمائیں جن میں حضورؐ کو اطلاع  
دی گئی کہ حقیقت ان مُنافقین نے ناشائستہ کلمات کہے تھے۔ تو حضورؐ نے مجھ کو طلب  
فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ مطلق ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے بیان کی تصدیق نازل فرما  
دی۔ (صحیح بخاری کتاب التفسیر)

(۲) بعض منافقین کے متعلق سورۃ توبہ میں ارشاد ہے :

وَمِنْ حَوْلِكُمُ الْأَعْدَاءُ  
مُنافِقُونَ وَ مِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ  
مَرَدُّوا عَلَى الْإِثْقَاءِ لَا تَعْلَمُهُمْ  
اور بعض ان لوگوں میں سے جو تمہارے ارد گرد  
ہیں بدی منافق ہیں اور بعض اہل مدینہ میں سے  
مُنافقت میں بہت مشتاق ہیں آپ ان کو نہیں



نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ - جانتے، ہم ان کو (خبر) جانتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں خود مدینہ طیبہ اور اس کے آس پاس کی بستیوں میں کچھ ایسے منافق تھے جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے محبوب آپ ان کو نہیں جانتے، اور ظاہر ہے کہ خود ان منافقین کو اپنے نفاق کا ضرور علم ہوگا۔

(۳) وَمِنَ النَّاسِ مَن يُعِجِبُكَ قَوْلُهُ اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کی بات

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهُ اس دنیاوی زندگی میں آپ کو بھی معلوم ہوتی

عَلَى مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ آتَا ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر خدا کو شاہد

الْمُخَصَّم - بتاتے ہیں اور فی الحقیقت وہ نہایت مجکڑا

(سورہ بقرہ)

ہیں۔

تفسیر معالم التنزیل اور تفسیر خازن وغیرہ میں ہے کہ یہ آیت انفس بن شریق ثقفی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ یہ شخص دیکھنے میں بہت اچھا اور نہایت شیریں زبان تھا حضور کی خدمت میں آتا اور اپنے کو سلطان ظاہر کرتا اور بہت زیادہ اظہار محبت کرتا تھا اور اس پر خدا کی قسمیں کھاتا تھا۔ حضور اُس کو اپنے پاس بٹھاتے تھے، اور حقیقت وہ منافق تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فَنَزَلَ فِيهِ مِنَ النَّاسِ مَن يُعِجِبُكَ اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جن کی بات

قَوْلُهُ اسی پر وفات و تستحسنة و آپ کو بھی معلوم ہوتی ہے اور آپ اس کو

يُعْظَمُ فِي قَلْبِكَ - اچھا سمجھتے ہیں اور آپ کے دل میں اس کی عظمت

(خازن، جداول، ص ۱۹۱) ہوتی ہے۔

اس آیت کریمہ اور اس کے شان نزول سے معلوم ہوا کہ غفس بن شریق کے ملن کا حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مخفی تھا، اور ظاہر ہے کہ وہ بد بخت اپنے حال سے ضرور آگاہ تھا۔

۴۔ نیز منافقین ہی کی ایک جماعت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہے:  
 وَإِذَا دَرَأْتَهُمْ فِجْبَلَكَ أَجْمَعَهُمْ      اور جب آپ ان کو دیکھیں تو ان کے قد و قامت  
 وَ إِنَّ لَّيَقُولُوا لَوْ أَنَّمَا لَمْ نَمُوتْ      آپ کو خزشنا معلوم ہوں، اور اگر وہ کچھ کہیں  
 (سورة منافقون)      تو آپ ان کی سن لیں گے۔

تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل میں وَ إِنَّ لَّيَقُولُوا لَوْ أَنَّمَا لَمْ نَمُوتْ کی تفسیر  
 میں ہے:

ای فت حسب انه صدق      یعنی آپ اس کو سچا سمجھیں (ص ۸۲، ۸۳)  
 ان میںل آیتوں سے بطور قدر مشترک اتنا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 عہد مبارک میں مدینہ طیبہ ہی کے اندر کچھ ایسے سیاہ باطن منافق بھی تھے جن کے نفاق (یا  
 عداوت نفاق) کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ تھا۔ ظاہر حال دیکھ کر آپ ان کو اچھا  
 جانتے تھے۔ ان کی جھوٹی باتوں کو سچ سمجھتے تھے، اور وہ بد کردار اپنے حال سے خود یقیناً  
 خبردار تھے (اگرچہ بعد میں بذریعہ وحی حضور کو بھی مطلع فرما دیا گیا ہو)۔

اس کے بعد ہم اس سلسلہ میں صرف ایک آیت اور پیش کرتے ہیں۔ ارشاد

خداوندی ہے :

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ - (سُورَةُ طه)  
 امدمہم نے اپنے رسول کو شعر نہیں سکھایا اور  
 نہ وہ ان کے لیے مناسب ہے۔

اس آیت کریمہ سے نہایت صاف طور پر معلوم ہوا کہ آپ کو علم شعر نہیں عطا فرمایا گیا حالانکہ یہ علم کافروں تک کو حاصل ہوتا ہے۔

بہر حال قرآن اس حقیقت پر شاہد ہے کہ بعض غیر ضروری اور امور رسالت سے غیر متعلق علوم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں عطا فرمائے گئے، اور دوسروں کو بھی کہ مشرکوں اور کافروں کو وہ حاصل تھے۔ لیکن اس کی وجہ سے ان دوسروں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ وسیع العلم کہ دینا انتہائی بلاوت اور اعلیٰ درجہ کی حماقت اور ضلالت ہے اگر اس قسم کے واقعات احادیث میں تلاش کیے جائیں تو سیکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں نکل آویں گے۔ یہاں نمونہ کے طور پر محض چند حدیثیں اجمالاً ذکر کی جاتی ہیں :

(۱) صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک سیاہ فام عورت مسجد میں جھاڑو لگایا کرتی تھی۔ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کو نہ پایا تو حال دریافت فرمایا۔ عرض کیا گیا کہ اس کا انتقال ہو گیا۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

أَفَلَا كُنْتُمْ أَذْ نَسْمُوْنِي  
 پھر تم نے مجھ کو اطلاع کیوں نہیں کی۔  
 اس کے بعد ارشاد فرمایا :

دَتُوْفُ عَلٰی قَبْرِهَا یعنی مجھے اس کی قبر بتلاؤ، چنانچہ قبر  
فَدَلُوْهُ فَصَلِّیْ عَلَیْہِا۔ بتلا دی گئی، پس آپ نے اس پر نماز پڑھی۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور کو اس عورت کے انتقال کی اطلاع نہ ہوئی اور  
صحابہ کو اطلاع تھی۔ نیز اس کی قبر کی اطلاع بھی صحابہ ہی نے حضور کو دی۔

(۲) سنن نسائی میں حضرت یزید بن ثابت سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ  
ایک روز حضور کے ساتھ باہر نکلے تو حضور کی نظر ایک نئی قبر پر پڑی۔ فرمایا :  
مَا هٰذَا؟ یہ کیا ہے؟ (یعنی یہ کس کی قبر ہے)

عرض کیا گیا کہ یہ فلاں شخص کی غلطی کنیز کی قبر ہے۔ دوپہر میں اس کا انتقال ہو گیا  
اور حضور چونکہ قلیلہ فرما رہے تھے اور حضور روزے سے بھی تھے۔ اس لیے ہم نے جگانا  
بہتر نہ سمجھا۔ پس حضور کھڑے ہوئے اور لوگوں نے پیچھے صف باندھی اور حضرت نے  
نماز پڑھی، پھر ارشاد فرمایا :

لَا یَمُوتُ فِیْکُمْ مِیْتَ مَا دَمَتْ جب تم میں سے کسی کا انتقال ہو جب تک میں  
بین ظہر انیکم الا اذ نتمونی تمہارے درمیان موجود ہوں تو مجھ کو ضرور اس  
بہ فان صلواتی لہ رحمۃؑ کی خبر دیا کہ کیونکہ میری نماز اس کے واسطے رحمت ہے۔  
۱۵۴۴ھ

اس روایت سے بھی ہمارے مدعا پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے اور اس سے  
صرف ایک وقتی واقعہ ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی کی ایک عام مستمر حالت معلوم ہوتی ہے۔  
(۳) صحیح بخاری اور سنن اربعہ میں حضرت جابر سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ

و سلم غزوہ احد میں شہدائے اُحد میں سے دو دو کو ایک ایک قبر میں دفن فرماتے تھے اور قبر میں اتارتے وقت لوگوں سے دریافت فرماتے تھے۔

ایہما اکثر اخذا للقرآن ان دونوں میں سے کون زیادہ قرآن حاصل کرنے  
فاذا اشیر الی احدہما قدمہ والا ہے پس جب ان میں سے کسی ایک کی طرف  
فی اللحد اشارہ کر دیا جاتا تو آپ اس کو گد میں پھلے آتے

(۴) صحیح مسلم اور سنن نسائی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قبر سے کچھ آواز سُنی، فرمایا :

مٹی مات ہذا ؟ یہ شخص کب مرا ہے ؟

قالوا مات فی الجاہلیۃ لوگوں نے عرض کیا، وہ جاہلیت میں۔

فَسَقُ بِذَٰلِكَ تو آپ کو اس سے سزا ہوئی

(۵) سند احمد اور مسند بزار میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی  
ہے کہ ایک غزوہ میں حضور کی خدمت میں پیہر حاضر کیا گیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ  
ابن صنیعت ہذا ؟ یہ کہاں کا تیار شدہ ہے ؟

فقالوا بھارس ! لوگوں نے عرض کیا کہ ہارس کا بنا ہوا ہے

(۶) ابوداؤد و جامع ترمذی میں ابی بنی بن جہال سے مروی ہے کہ وہ رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ مقام مارب میں جو  
شہر آ رہا ہے۔ وہ مجھ کو عنایت فرما دیا جائے۔ چنانچہ حضور نے درخواست منظور فرمائی۔

لہٰذا مارب میں آپ شہر کے کچھ چشمے تھے جن سے نکال کر لیا جاتا تھا، ابی بن جہال نے انہیں کڑواست کی تھی۔

اور وہ ان کو دے دیا گیا۔ جب وہ واپس چل دیے تو حاضرین مجلس میں سے ایک صحابی نے حضورؐ سے عرض کیا کہ آپؐ کو معلوم ہے کہ آپؐ نے اُن کو کیا دے دیا؟

اتدری ما قطعت له يا رسول الله انما قطعت له الماء العذب کے نمک بن سکتا ہے، دے دیا۔ تو حضورؐ نے ان فانزعه منه الم تزدى اى سے وہ واپس لے لیا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو پہلے اس سرزمین کی مخصوص حیثیت معلوم نہیں تھی اور اسی لاعلمی کی وجہ سے وہ ہیض بن جبال کو عطا فرمادی تھی۔ لیکن جب بعد میں اُن صحابی کے عرض کرنے سے اس کی حیثیت معلوم ہوئی (کہ اس سے عام پلک کے منافع وابستہ ہیں) تو حضورؐ نے اس کو واپس لے لیا۔

(۷) صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور جامع ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم (ایک دفعہ قنائے حاجت کے لیے) بیت الخلاء تشریف لے گئے تو میں نے حضورؐ کے وضو کے لیے پانی بھر کر رکھ دیا۔ جب آپؐ باہر تشریف لانے تو دریافت فرمایا کہ

من وضع هذا فآخذ بفتال  
اللهم فقه في الدين وعلمه  
التاويل  
یہاں نے رکھا ہے؟ تو حضورؐ کو اطلاع دی گئی کہ  
میں نے رکھا ہے تو حضورؐ نے میرے لیے فقہ فی الدین  
اور علم تاویل کی دعا فرمائی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اس موقع پر حضورؐ کو ہانی رکھنے والے کی مصلحت

دوسروں نے دی ۔

(۸) سنن ابی داؤد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں بخبار میں مبتلا تھا اور مسجد میں پڑا ہوا تھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ پس آپ نے فرمایا :

من احس الفقی الدومی ثلث کسی نے دوسری جوان (ابو ہریرہ) کو دیکھا ہے؛  
موات فقال رجل یا رسول اللہ یہ آپ نے تین دفعہ فرمایا، تو ایک شخص نے عرض  
هوذا یوعلک فی جانب المسجد کیا حضرت وہ یہ نہیں! بخبار میں مبتلا ہیں مسجد  
فاقبل یشی حتی وصل الی کے گوشہ میں ہیں۔ پس آپ میری طرف کیلئے اللہ  
فوضع یدہ علی الخ میرے پاس پہنچ کر اپنا دست مبارک مجھ پر رکھ دیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مسجد میں گھرنے کی اطلاع حضورؐ کو نہ تھی۔ دوسرے شخص کے مطلع کرنے سے حضورؐ کو خبر ہوئی۔

(۹) مصنف ابن ابی شیبہ میں عبد الرحمن ابن الاذہر سے مروی ہے کہ :

رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ میں نے فتح مکہ کے سال (جبکہ میں جوان لڑکا  
و مسلم عام الفتح وانا غلام شاب تھا، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خالد  
یسئل عن منزل خالد بن الولید ابن الولید کے گھر کا پتہ پوچھتے تھے۔

(۱۰) صحیح بخاری صحیح مسلم سنن نسائی اور سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس

سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے خالد بن ولید نے بیان کیا کہ میں ایک بار اپنی خالہ

حضرت میمونہؓ کے پاس حاضر ہوا، تو میں نے ان کے پاس بھنی ہوئی گوہ دیکھی جس کو ان کی بہن حنیہؓ سے منہ سے لائی تھیں۔ وہ گوہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دی گئی اور حضورؐ کی عادت شریفہ تھی کہ جب تک کھانے کی کیفیت نہ بیان کر دی جاتی اور اس کا نام نہ بتلایا جاتا، آپ اس کی طرف بہت کم ہاتھ بڑھاتے تھے۔

وكان قلما يقدم يداه ليطعمهم      پس آپ نے اپنا دست مبارک گوہ کی طرف بڑھایا  
حتى يحدث عنه ويحيى له فاهو      تو ایک عورت نے کہا کہ حضورؐ کو بتلا دو کہ حضورؐ  
بيده الى الغضب قتالت امساءة      کے سامنے کیا رکھا گیا ہے (چنانچہ انہیں اس طرح  
اخيبت رسول الله صلى الله عليه      میں سے جو حاضر تھیں) انھوں نے عرض کیا، کہ  
وسلم بما قدمته له قل هو الغضب      حضورؐ یہ گوہ ہے، تو آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ  
يارسول الله فرفع يده الخ      اٹھایا۔ الخ

اس روایت سے معلوم ہوا کہ جب گوہ حضورؐ کے سامنے رکھی گئی تو آپؐ کو معلوم نہ تھا کہ یہ گوہ ہے حتیٰ کہ آپؐ نے کھانے کے لیے ہاتھ بھی بڑھا دیا اور بعد میں جب دوسروں کے بتانے سے اس کا علم ہوا تو آپؐ نے ہاتھ کھینچ لیا۔

(۱۱) طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت بلالؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک دفعہ میرے پاس معمولی درجہ کی کھجوریں تھیں۔ میں نے ان کھجوروں کو دے کر ان کے بدلے میں ان سے آدمی عمدہ کھجوریں لے لیں اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر کیں۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا، ان سے ابھی

لے حضرت میمونہؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ اور خالد بن ولید اور عبداللہ بن عباسؓ کی حقیقی خالہ ہیں۔ ۱۲ منہ



کھجوریں آج تک ہم نے نہیں دیکھیں۔ تم یہ کہاں سے لائے ہو۔ (حضرت بلال کہتے ہیں):  
 من این هذا لك يا بلال؟ میں نے وہ تباد لے کا واقعہ بیان کر دیا تو حضور  
 خدا تہ بما صنعت فقال اطلق نے فرمایا ابھی جاؤ اور ان کو واپس کہ کے آؤ  
 فردہ علی صاحبہ الز (کیونکہ یہ ربلو ہو گیا)۔

(۱۲) مصنف عبد الرزاق میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ  
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بعض اذواج کے پاس تشریف لے گئے تو آپ نے وہاں بہت  
 عمدہ کھجوریں دیکھیں۔ دریافت فرمایا یہ کھجوریں تمہارے پاس کہاں سے آئیں۔ انھوں نے  
 عرض کیا:

من این لکم هذا؟ قلن ابدلنا ہم نے دو صاع اپنی معمولی کھجوریں دے کر یہ  
 صاعین بصرع فقال (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک صاع اچھی کھجوریں لے لی ہیں حضورؐ نے  
 علیہ وسلم) لا صاعین بصرع و فرمایا، ایک صاع کے بدلے میں دو صاع، اور  
 لا درہمین بدرہم الز ایک درہم کے بدلے میں دو درہم جائز نہیں۔

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوا کہ حضورؐ کو اس ناجائز تبادلہ کی اطلاع دوسروں کے  
 عرض کرنے سے پہلے۔

(۱۳) روایت کیا ابن ابی شیبہ نے مصنف میں اور امام احمد نے مسند میں اور ابو نعیم  
 نے کتاب المعروف میں حضرت عبداللہ بن سلام سے، اور عبد الرزاق نے ابوالامرہ سے اور  
 ابن جریر نے ابن ساعدہ سے کہ

جب اہل قبا کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی :

مَا هَذَا الطُّغُورِ الَّذِي قَدْ خَصَصْتُمْ  
 بِهِ فِي هَذِهِ الْآيَةِ وَفِي بَعْضِ الرِّوَايَاتِ  
 فَمَا طُغُورُكُمْ وَفِي بَعْضِهَا أَنَّ اللَّهَ  
 قَدْ أَثْنَى عَلَيْكُمْ فِي الطُّغُورِ خَيْرًا الْ  
 تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا کو بلا کر  
 دریافت فرمایا کہ تمہاری وہ کیا خاص طہارت ہے  
 جس کی تعریف خداوند تعالیٰ اپنی مقدس کتاب میں  
 فرماتا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم استنجائیں  
 ڈھیلے کے ساتھ پانی کا بھی استعمال کرتے ہیں۔

(۱۴) صحیح مسلم، جامع ترمذی، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ  
 سے مروی ہے کہ ایک غلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے  
 ہجرت پر حضورؐ سے بیعت کی اور حضرت کو یہ علم نہ تھا :

وَلَمْ يَشْعُرْ أَنَّهُ عَبْدٌ فَجَاءَ سَيِّدًا  
 اس کا آقا آیا تو حضورؐ نے اُس سے فرمایا کہ تم اس  
 غلام کو ہمارے ہاتھ بچ ڈالو۔ چنانچہ آپؐ نے دو  
 حبشی غلام دے کر اس کو خرید لیا اور اس کے بعد  
 آپؐ کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے جب تک کہ یہ دریافت  
 نہ فرمالیں کہ وہ غلام تو نہیں ہے۔

(۱۵) صحیح بخاری اور جامع ترمذی اور سنن ابی داؤد میں حضرت زید بن ثابت سے مروی  
 ہے کہ (مدینہ میں سُریانی زبان کے جاننے والے صرف یہودی تھے۔ اگر کہیں سے سُریانی میں

کوئی خط آتا تو وہی پڑھتے اور کسی کو سُربانی میں کچھ لکھوانا ہوتا تو وہ انہیں سے لکھواتا جب حضور کو اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے مجھ کو سُربانی سیکھنے کا حکم دیا اور فرمایا، خدا کی قسم میں اپنی خط و کتابت میں یہودیوں کی طرف سے مطمئن نہیں (واللہ ما اومن یہود علی کتابی) پس نصف مہینہ پورا نہیں ہوا تھا کہ میں نے سُربانی سیکھ لی اور مجھے اس میں خاصی مہارت ہو گئی۔ پھر میں ہی آنحضرت کی طرف سے یہودیوں کو خط لکھتا تھا، اور میں ہی اُن کے خطوط پڑھتا تھا؟

اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے جس خطرے کا ذکر ہے وہ جب ہی ممکن ہے کہ حضور کو اس سُربانی زبان کا علم نہ ہو جس کا علم اس زمانہ کے یہودیوں کو تھا۔ اگرچہ اس مدعا کے لیے حضور کا اُتی ہونا بھی کافی ہے جس کی شہادت قرآن مجید میں دی گئی ہے مگر میں نے یہ روایت اس لیے نقل کر دی کہ یہ اُس اُمتیت کی ایک عملی تفسیر ہے جس کے بعد کسی تاویل کی گنجائش نہیں رہتی، کیونکہ تاویل صرف اقوال و الفاظ میں چل سکتی ہے نہ کہ واقعات و حالات میں۔

یہاں تک پہنچ آیتوں اور پندرہ حدیثوں سے صرف یہ ثابت کیا گیا ہے کہ عہد رسالت میں بہت سے جزئی واقعات پیش آتے تھے اور حضور کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی تھی اور دوسرے لوگوں کو ہو جاتی تھی۔ لیکن صرف ان جزئی معلومات کی وجہ سے (جن کو امور دین و ولایت اور فرائضِ سنت و رسالت سے کوئی خاص تعلق بھی نہیں، ازان دوسرے

لوگوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم واں کہا جاسکتا ہے اور ان علوم کے حجم حاصل سے حضورؐ کے کمال علمی میں کوئی کمی آتی ہے۔

علامہ سید محمود آلوسی مغربی بغداد علیہ الرحمۃ اپنی بے نظیر تفسیر ”روح المعانی“ میں اور تمام فرماتے ہیں :

ولا اعتقد فوات کمال بعدم اور میں دُنیری اور جزئی حوادث کے علم نہ ہونے  
 العلم بحدوث دنیویۃ جزئیۃ کعدم کی وجہ سے کمال کے فوت ہر جانے کا قائل نہیں  
 العلم بما یصنع زیدٌ مثلاً فی جیسے کہ زید کے روزمرہ کے خانگی حالات کا  
 بیتہ وما یجری علیہ فی یومہ علم (سوائے علموں کے نہ ہونے سے کمال  
 وغدلا (روح المعانی ج ۸ ص ۳۵) نہیں جاتا)۔

**دسواں مقدمہ** | اگر زید کو ایک ہزار باتوں کا علم ہوا اور عمرو کو لاکھوں کر ڈروں بلوں کا لیکن زید کے اُن ایک ہزار معلومات میں سے دس بیس ایسے ہوں جو عمرو کو حاصل نہ ہوں تو ان دس بیس علوم کی وجہ سے (جو زید کو حاصل ہیں اور عمرو کو حاصل نہیں) زید کو علی الاطلاق ”اعلم من عمرو“ (عمرو سے زیادہ علم واں) نہیں کہا جاسکتا (دراں حالانکہ عمرو کو لاکھوں اور کروڑوں وہ علوم عالیہ حاصل ہیں جن کی زید کو ہوا بھی نہیں لگی) البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ زید کو فلاں فلاں معلومات ہیں اور عمرو کو نہیں، مثلاً حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو شریعت کے لاکھوں اور کروڑوں علم حاصل تھے اور ابن رشد کو بھی علوم شرعیہ میں خاصی دستگاہ تھی، لیکن حضرت امام ابو حنیفہؒ کے عشر عشر

بھی نہیں تھی مگر فلسفہ یونان کے متعلق جو معلومات ابن رشد کو حاصل تھے، وہ یقیناً حضرت امام ابوحنیفہؒ کو حاصل نہ تھے کیونکہ ان کے زمانے میں فلسفہ یونان عربی میں مقبول ہی نہیں ہوا تھا لیکن اس کی وجہ سے ابن رشد کو حضرت امام ابوحنیفہؒ سے اعلم نہیں کہا جاسکتا۔

علیٰ ہذا حضرت امام شافعیؒ اور امام احمدؒ، امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کو کتاب و سنت کے لاکھوں علوم حاصل تھے مگر تاریخ و سیر میں جو معلومات ابن خلدون اور ابن خلکان کے تھے وہ تمام بحیثیت مجموعی ان حضرات کو یقیناً حاصل نہ تھے کیونکہ ابن خلکان اور ابن خلدون کے علم میں تو بہت سے وہ تاریخی واقعات بھی تھے جو ان حضرات ائمہ کی وفات کے بعد وقوع میں آئے۔ لیکن اس کی وجہ سے ابن خلکان و ابن خلدون کو یا آج کل کے کسی مورخ کو ان ائمہ دین سے اعلم نہیں کہا جاسکتا۔ علیٰ ہذا ایک موٹر ڈرائیور کو ڈرائیوری کے متعلق اور ایک موچی کو جنت و دوزی کے متعلق جو معلومات حاصل ہوتے ہیں وہ یقیناً خود مولوی احمد خان صاحب کو حاصل نہ تھے۔ لیکن میرے نزدیک کوئی اعلیٰ درجہ کا احمق بھی اس کی وجہ سے ہر موٹر ڈرائیور اور موچی کو خاں صاحب موصوف سے زیادہ وسیع علم کہنے کی جرأت نہ کرے گا۔ بہر حال جب کسی ایک شخص کو دوسرے کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم (زیادہ علم والا) کہا جائیگا تو مجموعہ علوم کے اعتبار سے اور بالخصوص علوم دینیہ شرعیہ ہی کے اعتبار سے کہا جائے گا۔ اور اگر کوئی شخص زید کے لیے کسی خاص علم کی وسعت تسلیم کرے اور عمرو کے لیے تسلیم نہ کرے تو اس سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ اس نے زید کو عمرو سے علم مان لیا بالخصوص جبکہ وہ علم علوم عالیہ کمالیہ میں سے بھی نہ ہو۔ اور پھر خصوصاً جبکہ شخص مذکور

عمر کے لیے اعلیٰ درجہ کے لاکھوں اور کروڑوں علوم ایسے مان رہا ہو جن کی زید کو بلکہ دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہ ملے گی ہو۔ — تِلْكَ عَشْرَةٌ كَامِلَةٌ —

یہاں تک دس مقدمے ہوئے۔ ہم اس سلسلہ کو یہیں ختم کرتے ہیں اور اہل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ افسوس ہے کہ اس بحث میں بھی جواب دینے سے پہلے ہم کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کی دیانت کا مثریہ پڑھنا پڑتا ہے۔ مگر جناب موصوف جبارت "براہین قاطعہ" کے نقل کرنے اور ان کا مطلب بیان کرنے میں خیانت سے کام نہ لیتے تو آج اس کے جواب میں ہم کو اس قدر طوالت اختیار کرنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

"براہین قاطعہ" میں نہ تو مطلق علم کی وسعت میں کلام تھا، نہ علوم عالیہ کالیہ کی بحث تھی، بلکہ صرف علم روئے زمین کی وسعت میں گفتگو تھی۔ مولوی احمد رضا خان صاحب کے ہم مشرب مولوی عبدالسمیع صاحب نے "انوارِ ساطعہ" میں شیطان و ملک الموت کے لیے اسی وسعت علمی کو دلائل سے ثابت کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر قیاس کیا اور اسی قیاس کی بنا پر حضورؐ کے لیے علم زمین کی وسعت ثابت کی تھی، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مصنف "براہین قاطعہ" نے اسی قیاس کو رد کیا۔ ("براہین قاطعہ"، "انوارِ ساطعہ" ہی کا جواب ہے)۔

بہر حال "براہین قاطعہ" کی ساری بحث صرف علم زمین کی وسعت میں تھی، جس کو دین و دیانت اور فرائض نبوت و رسالت سے کوئی خاص تعلق نہیں (اور ایسے علوم کے متعلق بذیل مقدمہ ۷ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی تصریح ہم تفسیر کبیر سے نقل کر چکے ہیں تاکہ

ان میں غیر نبی کا علم نبی سے بڑھ سکتا ہے۔<sup>۱</sup>

لیکن مولوی احمد رضا خاں صاحب نے اپنی مجددانہ مجلس سے کچھ مارا کہ  
 انه قد صرح فی کتابہ البراہین اُس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی  
 القاطعة..... بان شیخہم کہ ان کے پیر الٰہیوں کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ  
 ابلیس اومع علما من رسول اللہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔  
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غور فرمایا جائے کہاں صرف علم زمین کی وسعت اور کجا مطلق علم کی وسعت۔  
 ہمیں تفادیت رہ از کجا ست تا بہ کجا

ہم ناظرین کی سہولت کے لیے ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں اور اُسی سے انشاء اللہ  
 عبارت براہین کی پوری توضیح بھی ہو جائے گی۔

فرض کیجئے کہ مصنف انوار باطاعہ کی ذہنیت رکھنے والا مولوی احمد رضا خاں صاحب  
 کا کوئی دوسرا بھائی مثلاً زید کہتا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو شعر کا علم حاصل تھا اور  
 دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ بہت سے فاسقوں اور کافروں کو یہ فن آتا ہے۔ امراء اعیان بدترین  
 کافر تھا اور ساتھ ہی اعلیٰ درجہ کا شاعر بھی۔ فردوسی فاسد العقیدہ شیعہ تھا، اور فارسی کا  
 بہترین شاعر بھی۔ پس جبکہ فاسقوں اور کافروں تک کو یہ فن حاصل ہے تو رسول خدا صلی اللہ

۱۔ نیز مقدمہ نمبر ۲ کے ذیل میں نہایت واضح دلائل سے ہم یہ بھی ثابت کر چکے ہیں کہ اگر ایسے علوم میں کسی کا دائرہ علم  
 زیادہ وسیع ہو تو اُس کو دوسروں کے اعتبار سے علی الاطلاق اعلم نہیں کہا جاسکتا جب کسی کو دوسرے کے اعتبار سے علم  
 کہا جائیگا تو علوم کا ایسا مجموعہ علوم ہی کے اعتبار سے کہا جائیگا جیسا کہ آخری مقدمہ میں ثابت کیا جا چکا ہے۔

علیہ وسلم کو جو فضل المسلمین سید الاولین و الآخِرین و غیر ضرور حاصل ہوگا۔ اس کے جواب میں ولانا خلیل احمد صاحب کا کوئی بہم مسک مسلمان کہے کہ :

”امروا ائیس اور فردوسی کا حال تاریخ کی ستر اتر شاد توں سے معلوم ہوا اب اُس پر کسی فضل کو قیاس کہے اس میں بھی مثل یا زائد اس بفضل سے ثابت کرنا کسی عاقل ذی علم کا کام نہیں۔ اول تر عائد کے مسائل قیاسی نہیں کی قیاس سے ثابت ہر جائیں، بلکہ قطعی ہیں قطعیات نصوص سے ثابت ہوتے ہیں کہ خبر واحد بھی میں مغید نہیں لہذا اس کا اثبات جب قابل التفات ہو کہ قطعیات سے اس کو ثابت کہے اور خلاف تمام امت کے ایک قیاس فاسد سے عقیدہ خلق کا اگر فاسد کیا چاہے تو کب قابل التفات ہوگا۔ دوسرے قرآن و حدیث سے اس کے خلاف ثابت ہے۔

قرآن پاک میں ہے :

<p>وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ</p>	<p>یعنی ہم نے ان کو (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو) شعر کا علم نہیں دیا، اور وہ ان کے لیے مناسب بھی نہیں۔</p>
--	---

(سورہ لیس)

اور کتب حدیث میں مروی ہے کہ حضورؐ نے مدت العمر کبھی ایک شعر بھی نہیں کہا اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب فتاویٰ قاضی خاں میں ہے :

قال بعض العلماء من قال ان جو شخص کہے کہ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شعر بھی کہا ہے، وہ کافر ہے۔  
 قال شعراً فقد كفر۔

بیسے اگر افضلیت ہی اس کی موجب ہے تو تمام نیک مسلمان امراء اہل بیت  
 اور فردوسی سے اچھے شاعر ہونے چاہئیں..... علیٰ ہذا القیاس غور کرنا  
 چاہیے کہ امراء اہل بیت اور فردوسی کا حال دیکھ کر علم شعر کا فخر عالم کو خلاف  
 نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا بدینی نہیں تو  
 کون سا ایمان کا حصہ ہے۔

امراء اہل بیت اور فردوسی کو علم شعر کی وسعت تاریخ کی مترازشادوں  
 سے ثابت ہوئی، فخر عالم کی وسعت علم شعر کی کون سی نص قطعی ہے جس سے  
 تمام نصوص کو رد کر کے ایک خلاف شریعت عقیدہ ثابت کرتا ہے۔  
 اس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کا کوئی روحانی فرزند فتویٰ دے کہ  
 ”اس شخص نے اپنی عبارت میں تصریح کی ہے کہ امراء اہل بیت اور  
 فردوسی کا علم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے..... اور بیشک  
 نسیم الریاض میں فرمایا کہ جو کسی کا علم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
 کے علم سے زیادہ بتائے اس نے بیشک حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ

لہ مذکورہ بالا عبارت بعینہ ”براہین قاطعہ“ کی ہے۔ البتہ خط کشیدہ الفاظ ہمارے ہیں جن میں تشبیل کی  
 ضرورت سے کچھ ترمیم کر دی گئی ہے، ورنہ خاکہ بالکل براہین قاطعہ ہی کا ہے۔ ۱۲۰ منہ

و سلم کو عیب لگایا اور حضورؐ کی شان گھٹائی تو وہ (حضورؐ کو) گالی دینے والا ہے۔ (لہذا کافر و مرتد ہے)

ناظرین! انصاف غور فرمائیں کہ کیا اس مفتی نے خیانت نہیں کی؟ کیا مذکورہ بالا عبارت میں مطلق علم، یا علومِ عالیہ کمالیہ کی بحث تھی؟ اور کیا شخص مذکور نے امرِ اقصیٰ اور فردوسی کے لیے مطلق علم کی یا علومِ عالیہ کمالیہ کی وسعت تسلیم کی ہے؟ اور کیا اُس نے حضورؐ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مطلق وسعتِ علمی سے انکار کیا ہے؟ یا علوم متعلقہ نبوت رسالت و علومِ عالیہ و کمالیہ سے اس کو انکار ہے؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے کچھ بھی نہیں بلکہ یہاں صرف علمِ شعر کی بحث ہے۔ اُسی کی وسعت کو امرِ اقصیٰ جیسے کافر اور فردوسی غیر کے لیے تسلیم کیا گیا ہے اور حضورؐ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کی نفی کی گئی ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ شخص مذکور نے امرِ اقصیٰ جیسے کافر اور فردوسی جیسے فاسد العقیدہ کو حضورؐ سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔ یا تو ایسے عیار و معیار کا کام ہے جو اپنا اُتریدہ کرنے کے لیے مسلمانوں میں تفریق ڈالنا چاہتا ہے یا ایسے جاہل اور احمق کا کام ہے جو ”علم“ اور ”دین“ غلط فہمی سے بھی نا آشنا ہے۔ ہم دسویں مقدمہ میں ثابت کر چکے ہیں کہ ایک کو دوسرے کے اعتبار سے اعلم (زیادہ وسیع العلم) علومِ عالیہ کمالیہ اور مجموعہ علومِ ہی کے اعتبار سے کہا جاتا ہے ورنہ لازم آئے گا کہ ایک موچی اور ایک موٹر ڈرائیور بلکہ نجاست

لے منقول بالا عبارت بعینہ مولوی احمد رضا خان صاحب کی ہے ہم نے صرف تطبیق مثال کے لیے اہلس کے بجائے امرِ اقصیٰ اور فردوسی کا نام لکھ دیا ہے۔ ۱۲ منہ

کے ایک ناپاک کیرٹے کو بھی مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مقابلہ میں اعلم کہنا صحیح ہوا۔ اس کی تفصیل آٹھویں اور دسویں مقدمے کے ذیل میں گزردہ چکی ہے۔

اگرچہ ارباب فہم کے لیے اسی قدر کافی ہے مگر بد قسمتی سے سابقہ ایسی جماعت سے پڑا ہے جس میں جمل کی کثرت ہے اور پھر ارشد کی عنایت سے جو علماء نہیں وہ بھی جملہ سے کمتر نہیں بلکہ بدتر ہیں۔ لہذا مزید تفصیل کے لیے ہم ایک مثال اور عرض کرتے ہیں۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب نے ایک اُلو کی عجیب و غریب کہانی بیان فرمائی ہے :

## خاں صاحب بریلوی کا کراماتی اُلو

خاں صاحب ارشاد فرماتے ہیں :

”تین صاحب جا رہے تھے۔ دُور سے ایک جنگل میں دیکھا کہ بہت آدمیوں کا مجمع ہے۔ ایک راجہ گدی پر بیٹھا ہے۔ جو اُڑی حاضر ہیں۔ ایک فاحشہ ناز رہی ہے۔ شمع روشن ہے۔ یہ صاحب تیر اندازی کے بڑے مشاق تھے۔ آپس میں کہنے لگے کہ اس مجلس فسق و فحور کو درہم برہم کرنا چاہیے۔ کیا تدبیر کی جائے؟“

ایک نے کہا کہ راجہ کو قتل کر دو کہ سب کچھ اُسی نے کیا ہے دُوسرے

نے کہا، اس ناچنے والی عورت کو قتل کر دیتیرے نے کہا کہ اسے بھی نہ قتل  
 کرو کہ وہ خود نہیں آئی، راجہ کے حکم سے آئی ہے۔ اپنی غرض تو مجلس کا درجہ  
 برہم کرنا ہے۔ اس شمع کو گل کر دو۔ یہ رائے پسند ہوئی۔ انھوں نے تاک کر شمع کی  
 ٹوپ پر تیرا را شمع گل ہوئی، اب نہ وہ راجہ رہا، نہ فاحشہ، نہ مجمع، نہایت تعجب  
 ہوا۔ بقیہ رات وہیں گزاری۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ ایک اُٹو مرا پڑا ہے  
 اور اُس کی چمچ میں وہی تیر لگا ہے تو معلوم ہوا کہ یہ سب کام اُسی اُٹو کی  
 رُوح کر رہی تھی۔<sup>۱</sup>

اب فرض کیجیے کہ خاں صاحب کا ایک مرید (علیم الدین) جو خاں صاحب کو محدث  
 مضبّر فقہیہ، مثنوی، حافظہ، فارسی سبھی کچھ سمجھتا ہے مگر کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مسمریزم نہیں  
 آتا تھا، اور ایک دوسرا مرید (حفیظ الدین) کہتا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو مسمریزم آتا تھا اور دلیل  
 یہ پیش کرتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذکورہ بالا مفوظ شریف سے معلوم ہوا کہ  
 ایک اُٹو مسمریزم کا اتنا ماہر تھا کہ اپنی ایک نگاہ میں اچھا خاصہ بھانسی کا تماشا دکھاتا تھا  
 تو ہمارے اعلیٰ حضرت مجدد ملت جو خدا کے بڑے مقبول بندے تھے اور اس اُٹو سے یعتیناً  
 ہزاروں بلکہ لاکھوں درجہ افضل تھے تو بھلا ان کو کیوں نہیں آتا ہوگا۔ اس پر علیم الدین کہتا ہے  
 کہ اُٹو کی مسمریزم دانی تو اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مفوظ شریف سے معلوم ہوئی مگر اعلیٰ حضرت  
 کی مسمریزم دانی کا کیا ثبوت ہے؟ اور اعلیٰ حضرت کو اُٹو پر قیاس کرنا — قیاسِ فایدہ

۱۔ جناب خاں صاحب نے یقیناً مسمریزم کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے ملاحظہ ہو مفوظات حضرت علیہ السلام  
 مطبوعہ حسنی پریس بریلی ۱۲۰ منہ

(بلکہ نہایت بیہودہ حرکت) ہے۔

تو کیا خاں صاحب کے کسی مُرد یا وارث کو حق پہنچتا ہے کہ اس غریب عظیم الدین پر اعلیٰ حضرت کے علم کی تفتیش کا دعویٰ دائر کر دے اور یہ کہے کہ اس نے ایک اُلُو کو حضور پر نور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت عبد الملک صلی اللہ تعالیٰ علیٰ جسیہ وعلیہ وسلم سے زیادہ وسیع علم مان لیا۔ میں تو سمجھتا ہوں کہ ایسا سمجھنے والا اور کہنے والا ہی اُلُو ہے، اور اگر بیچارے عظیم الدین کو رضا خانی ببادری سے خارج کرنے کے لیے فاسدہ طور پر ازراہ حیاری اُس کے خلاف یہ پروپیگنڈہ کرتا ہے تو اعلیٰ درجہ کافر بی اور پتے سرے کا خان ہے۔

بہر حال خاں صاحب کی پہلی خیانت تو یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ایک خاص علم کی وسعت یعنی علم روئے زمین کی وسعت میں کلام تھا۔ اُسی کو مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مشربی بھائی مولوی عبد السمیع صاحب نے شیطان اور ملک الموت کے لیے دلائل سے ثابت کر کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نابرا فضیلت قیاس سے ثابت کیا تھا اور مصنف براہین نے اسی قیاس کو رو کیا تھا، نیز عبارت میں ایسے الفاظ بھی موجود تھے جنہوں نے بحث کو صرف علم زمین کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ چنانچہ براہین قاطعہ کے صفحہ ۷۴م سے خاں صاحب نے جو فقو نقل کیا ہے، اس کے شروع میں یہ الفاظ موجود ہیں :-

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم

لے مولوی احمد رضا خاں صاحب کے مریدین و تبعین یوں ہی کہتے ہیں۔

محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس  
فاسد سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے؟

اس فقرے میں علم محیط زمین کا لفظ موجود ہے جس کے بعد کوئی شبہ ہی نہیں رہتا  
مگر خاں صاحب کی دیانت ملاحظہ ہو کہ آپ نے "حسام" میں اس فقرے کا آخری خط کشید  
جز یعنی صرف خبر تو نقل کر دی، لیکن پہلا جز یعنی "قتدا جس میں علم محیط زمین کی تصریح تھی  
صاف ہضم کر گئے، اور اس پر آپ کا لقب ہے مجدد مائت حاضرہ، موبد ملت ملہ  
وغیرہ وغیرہ۔

پھر اسی جگہ اسی قسم کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو، خاں صاحب کی نقل کردہ عبارت  
براہین سے ٹھیک و وسط کے بعد اسی صفحہ پر یہ عبارت شروع ہوتی ہے؛  
"پس اعلیٰ علیین میں روح مبارک علیہ السلام کے تشریف رکھنے اور  
حک الملت سے افضل ہونے کی وجہ سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ علم آپ  
کا ابن آدم میں حک الملت کے برابر بھی ہو چہ جائیکہ زیادہ۔"

اس عبارت میں بھی "ابن آدم" کا لفظ صاف بتلا رہا ہے کہ بحث صرف علم روئے زمین  
کی ہے نہ مطلق علم کی۔ نہ علوم عالیہ کمالیہ کی جن پر فضل انسانی کا مدار ہے، لیکن خاں صاحب  
نے اس عبارت کو بھی صاف اڑا دیا۔

بہر حال براہین قاطعہ میں یہ تمام تصریحات ہوتے ہوئے بھی (جن سے صاف معلوم  
ہو رہا ہے کہ یہاں بحث صرف علم روئے زمین کی ہے نہ مطلق علم کی) خاں صاحب نے بے دریغ

دیکھو مارا کہ :

”اُس نے اپنی کتاب براہین قاطعہ میں تصریح کی کہ ان کے پیڑیس

کا علم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے زیادہ ہے۔“

یہاں تک خاں صاحب کی پہلی خیانت کا ذکر تھا اور اس کے ضمن میں موصوف

کے پہلے اعتراض کا شافی جواب بھی ہو گیا جس کے بعد کسی مصنف بلکہ منتقد اور متعصب

کو بھی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ ﷲ الحمد !

حاصل اس جواب کا یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لیے

(ان دلائل کی بنا پر جو مولوی عبد الباقی صاحب مصنف انوارِ ساطعہ نے پیش کیے ہیں) موت

علم زمین کی وسعت تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت کو حضور سرورِ عالم صلی اللہ

علیہ وسلم کے لیے غیر ثابت ثابت کیا گیا ہے اس کو مطلق وسعتِ علمی کے انکار پر محمول

کرنا اور یہ نتیجہ نکالنا کہ (معاذ اللہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف کو شیطان

کے علم سے کم بتلادیا صرف اسی جاہل اور احمق کا کام ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے

علمِ عالی کو اسی عالمِ سفلی میں محدود سمجھتا ہو لیکن جس کے نزدیک آپ کے علم کی پرواز عرش و

کرسی سے بھی بالاتر ہو وہ ایسی حماقت کا ارتکاب کیونکر کر سکتا ہے ؟

اگر آج کوئی شخص کہے کہ تعمیرات کے فن میں فلاں یورپین انجینیئر کے معلومات حضرت

امام ابو حنیفہؒ سے زیادہ وسیع ہیں تو کوئی احمق سے احمق بھی یہ نہیں کہے گا کہ اس شخص نے

حضرت امام ابو حنیفہؒ کے علم کو اس کافر انجینیئر کے علم سے گھٹا دیا۔ اسی طرح اگر کوئی شخص

کہے کہ فلاں شرابی کو شراب کے متعلق بہت کچھ معلومات ہیں اور فلاں غوث و قطب کو وہ۔  
 معلومات حاصل نہیں تو اس سے ہرگز یہ نہیں سمجھا جاسکتا کہ اُس شخص نے اُس شرابی کو غوث  
 قطب سے زیادہ وسیع العلم مان لیا۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ گمراہ کرنے کے لیے شیطان کو جن وسائل کی ضرورت تھی  
 (بندوں کی آزمائش کے لیے) حق تعالیٰ نے وہ سب اس کو عنایت فرمائے۔ قیامت تک  
 کی عمر دی۔ وہ عجیب و غریب قدرت دی کہ انسان کی رگ و پے میں خون کی طرح ڈھڑکے  
 بندگانِ خدا کو گمراہ کرنے کے لیے جس علم کی ضرورت تھی، وہ بھرپور دیا تاکہ وہ اپنی اہلیسا نہ  
 کوششیں ختم کر لے اور دنیا دیکھ لے کہ ”عباد الرحمن“ کے مقابلے میں اس کے سارے  
 ہتھیار کس طرح بیکار ہوتے ہیں۔

اُس کو ضرورت ہے کہ بنی آدم کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے امیال و عواطف  
 (جذبات و خواہشات) سے واقف ہو، اس کو معلوم ہونا چاہیے کہ فلاں جگہ تنہائی میں  
 ایک نوجوان عورت ہے اور فلاں آوارہ نوجوان کو اس تدبیر سے وہاں تک پہنچایا جاسکتا  
 ہے۔ فلاں جگہ مجلسِ رقص ہے اور شوقینِ مزاج نوجوانوں کا فلاں جگہ جمع ہے اور اس جگہ  
 سے ان کو اس مجلسِ فواحش میں بھیجا جاسکتا ہے۔ بہر کیف اس کو ان شیطانی اُمور کی تکمیل  
 کے لیے اس عالمِ سفلی کے وسیع معلومات کی ضرورت ہے لیکن مقربانِ بارگاہِ خداوندی  
 کو ان لغو بات سے کیا غرض؟ ان کا کام تو ارشادِ وہدایت ہے اور اس کے لیے جن  
 پاکیزہ علوم کی ضرورت ہے وہ حق تعالیٰ نے ان کو بے نہایت عطا فرمائے۔



پس اگر اس عالمِ سفلی کے کچھ علوم شیطان کو حاصل ہوں اور حضراتِ انبیاء علیہم السلام کو حاصل نہ ہوں تو کون احق اور شیطان کا کون سا اُمتی ہوگا جو صرف علومِ سفلیہ کی وجہ سے شیطان کو رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی دوسرے نبی علیہ السلام سے زیادہ وسیع العلم کہ دے دے اوراں حالیکہ علومِ الہیہ اور معارفِ ربانیہ سے ان کو وہ وافر حصہ ملا ہے جو کسی مقرب سے مقرب فرشتہ کو بھی نصیب نہیں۔

ہم مقدمات کے ذیل میں اس موضوع پر کافی سے زیادہ روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب یہاں صرف ایک چیز اور عرض کرتے ہیں اور اسی پر انشاء اللہ اس بحث کا خاتمہ ہے۔ فہمناں صداقت سے تو ہمیں کوئی توقع نہیں، ہاں جن حق پسندوں کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اُن سے ضرور قبولِ حق کی اُمید ہے ملاحظہ ہو :

## حضرت مولانا خلیس احمد صاحب کی صفائی میں

مولوی عبد السمیع و مولوی احمد رضا خاں صاحبان کی زبردست شہادت

ہو رہا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں

زینِ غانے کیا خود پاک دامن ماہِ کنغاں کا

ہمارے بیانِ سابق سے یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ مُصنّف براہینِ قاطعہ کا جرمِ مرف اس قدر ہے کہ اُس نے ایک خاص علم یعنی علمِ زمین کی وسعت (بنا بر اُن دلائل کہ جو آپ کے مولوی عبد السمیع صاحب نے انوارِ ساطعہ میں پیش کیے ہیں) ملکِ المرت اور شیطان کے

یہ تسلیم کی ہے اور اسی وسعت علمی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیر ثابت بانقص  
کہا ہے لیکن ——— ایسے گناہیت کہ در شہر شام نیز گنہند

فرا اسی بحث میں انوارِ ساطعہ کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں :

”اور تماشایہ کہ اصحابِ محفلِ میلادِ تو زمین کی تمام پاک ناپاک مجالیں  
مذہبی و غیر مذہبی میں حاضر ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نہیں دعوائے  
کرتے۔ ملک الموت اور ابلیس کا حاضر ہونا اُس سے بھی زیادہ تر مقامات  
پاک، ناپاک، کفر، غیر کفر میں پایا جاتا ہے۔“

کیسے ! اتنی صفائی کے ساتھ تو مولانا خلیل احمد صاحب نے بھی نہیں لکھا۔ اُنھوں  
نے تو صرف علمِ زمین کی اُس مخصوص وسعت کو غیر منصوص بتلایا تھا۔ مولوی احمد رضا خاں  
صاحب کے یہ بشری بھائی مولوی عبدالسمیع صاحب تو صاف فرماتے ہیں کہ ”ملک الموت  
اور شیطان کا حاضر ہونا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہی نہیں بلکہ) زیادہ تر مقامات  
میں پایا جاتا ہے۔ منقولہ بالا عبارت انوارِ ساطعہ کے اُس پہلے ایڈیشن میں بھی ہے جو براہین  
قاطعہ سے پہلے شائع ہوا ہے، اور اس میں بھی جو بعد میں مولوی عبدالسمیع صاحب کی نظر ثانی  
اور ترمیم کے بعد شائع ہوا ہے اور جس پر مولوی احمد رضا خاں صاحب کی تقریباً چار صفحوں  
کی تقریظ بھی ہے جس میں مولوی عبدالسمیع صاحب اور ان کی انوارِ ساطعہ کی تعریف میں خوب  
زمین آسمان کے قلابے ملائے گئے ہیں۔ لہذا مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اخلاق و  
متبعین فرمائیں کہ :

چھپا دیا گیا اور اسی زمانہ میں ”التصدیقات لدفع التلبیسات“ کے نام سے اس کا پہلا ایڈیشن مع ترجمہ کے شائع ہو گیا۔ پھر اس کے بعد سے اس وقت تک اس کے بہت سے ایڈیشن نکل چکے ہیں۔

اس میں انیسواں سوال مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اسی شیطان والے بہتان کے متعلق ہے۔ ذیل میں ہم وہ سوال و جواب بحسبہ نقل کرتے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے کہ ہم نے جو کچھ اس بحث میں لکھا ہے وہ درحقیقت اسی اجمالی جواب کی تفصیل ہے جو خور مصنف براہین نے اپنی زندگی میں دیا ہے۔

### انیسواں سوال

### السؤال التاسع عشر

اترون ان ابليس اللعين اعلم من سيد الكائنات عليه السلام واوسع علما منه مطلقا وهل كتبتم ذلك في تصنيف ما وجم تحكمون على من اعتقد ذلك۔  
 کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ ملعون شیطان کا علم سید الکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم سے زیادہ اور مطلقاً وسیع تر ہے اور کیا یہ مضمون تم نے اپنی کسی تصنیف میں لکھا ہے۔ جس کا یہ عقیدہ ہو تو اُس کا کیا حکم ہے؟

### جواب

### الجواب

قد سبق منا تحرير هذه المسئلة ان النبي عليه السلام اعلم الخلق على الاطلاق بالعلوم والحكم و  
 اس مسئلہ کو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام کا علم حکم و اسرار وغیرہ کے متعلق مطلقاً تامی مخلوقات سے زیادہ ہے اور ہمارا یقین ہے کہ

الاسرار وغیرہا من ملکوت  
الافاق و تتیقن ان من قال ان  
فلانا اعلم من النبی علیہ السلام  
فقد کفر وقد افتری مشائخنا بتکفیر  
من قال ان ابلیس اللعین اعلم من  
النبی علیہ السلام فکیف یمکن ان توجد  
هذه المسئلة فی تالیف ما من کتبنا  
غیر انه غیوبة بعض الحوادث الجزئیة  
الحقیرة عن النبی علیہ السلام لعدم  
التقانة الیه لا یورث نقصاً ما فی  
اعلمیة علیہ السلام بعد ما ثبت  
انه اعلم الخلق بالعلوم الشریفة الالفة  
بمنصبه الاعلیٰ کما لا یورث الاطلاع  
علی اکثر تلك الحوادث الحقیرة لشدة  
التفات ابلیس الیہا مشوقاً و کما لا  
علمیة فیہ فانه لیس علیہا صدائر  
الفضل والکمال ومن ههنا لا یمیز

جو شخص یہ کہے کہ فلاں شخص نبی کریم علیہ السلام سے  
اعلم ہے وہ کافر ہے اور ہمارے حضرات اس  
شخص کے کافر ہونے کا فتویٰ دے چکے ہیں جو  
یوں کہے شیطان ملعون کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ  
ہے پھر بھلا ہماری کسی تصنیف میں یہ سہ کہیں پایا  
جاسکتا ہے۔ ہاں کسی جزئی حادثہ حقیرہ کا حضرت  
کو اس لیے معلوم نہ ہونا کہ آپ نے اس کی  
جانب توجہ نہیں فرمائی۔ آپ کے اعلم ہونے میں کسی  
قسم کا نقصان پیدا نہیں کر سکتا جب کہ ثابت ہو  
چکا کہ آپ اُن شریف علوم میں جو آپ کے منصب  
اعلیٰ کے مناسب ہیں ساری مخلوق سے بڑھے  
ہوئے ہیں جیسا کہ شیطان کو بہتر سے حقیر حادثوں  
کی شدت التفات کے سبب اطلاع مل جانے سے  
اس مردود میں کوئی شرافت اور علمی کمال حاصل نہیں  
ہو سکتا کیونکہ ان پر فضل و کمال کا مدار نہیں ہے  
اس سے معلوم ہوا کہ یوں کہنا کہ شیطان کا علم  
سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم

ان یقال ان ابلیس اعلم من سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کالایہ  
 یصح ان یقال لعلی علم بعض الجزئیات  
 انہ اعلم من اعلم متبحر محقق فی العلم والعلوم الذی غابت عنہ  
 تلك الجزئیات ولقد تلونا علیک قصۃ الہدھد مع سلیمان علیہ  
 نبینا وعلیہ السلام وقولہ فی الاصل  
 بما لم یخط بہ ودواوین الحدیث و  
 دفاتر التفسیر مشحونۃ بنظائرھا الکثیرۃ  
 المشہورۃ بین الانام وقد افاق الحکماء  
 علی ان اللاطون وجالینوس وامثالہما  
 سے زیادہ ہے ہرگز صحیح نہیں جیسا کہ کسی ایسے  
 بچہ کو جسے کسی جزئی کی اطلاع ہو گئی ہے میں کہنا  
 صحیح نہیں کہ ظلالِ بہتہ کا علم اُس بجزوہِ محقق سے  
 زیادہ ہے جس کو جملہ علوم و فنون معلوم ہیں مگر  
 یہ جزئی معلوم نہیں اور ہم ہندو کا سیدنا سلیمان  
 علیہ السلام کے ساتھ ہمیشہ اُسے ملا مقرب رہتا  
 چکے ہیں۔ اور یہ آیت پڑھ چکے ہیں کہ مجھے وہ  
 اطلاع ہے جو آپ کو نہیں اور کتب حدیث و  
 تفسیر اس قسم کی مثالوں سے لبریز ہیں، نیز حکماء کا  
 اس پر اتفاق ہے کہ انطاطون و جالینوس وغیرہ  
 بڑے طبیب ہیں جن کو دواؤں کی کیفیت و  
 حالات کا بہت زیادہ علم ہے اور یہ بھی

عہ یہ واقعہ سُرورِ نقل میں مذکور ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک باجھنک بلیان نے دھند کرنا شروع کیا تو نہیں پایا تو بہت  
 زیادہ ناراضی کا اظہار فرمایا۔ جب وہ دیر کے بعد حاضر ہوا تو اس سے باز پڑیں کی تلاش نے کیا کہ میں کھانا سے ایک  
 نہایت عظیم الشان خبر معلوم کر کے آیا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ دھند جیسے پند کہ ایک  
 ایسی بات معلوم ہو سکتی ہے جو نبی وقت کے علم میں نہ ہو۔ ۱۲

عہ ہم نویں مقدمہ میں اس مضمون کی پانچ آیتیں مع اقوالِ مفسرین اور چند روایات حدیثیں پیش کر  
 چکے ہیں۔ ۱۲

من اعلم الاطباء بکیفیات الادویۃ  
 واحوالها مع علمهم ان دیدان النجاسة  
 اعرف باحوال النجاسة وذوقها وکیفیاتها  
 فلم تصرف عدم معرفة افلاطون نجاسات  
 هذه الاحوال الردیة فی علمیتها ولم  
 یرض احد من العقلاء والحسنى بان  
 یقول ان الدین ان اعلم من افلاطون  
 مع انها اوسع علما من افلاطون باحوال  
 النجاسة ومبتدعة دیارنا یثبثون  
 للذات الشریفة النبویة علیه الف  
 الف تحية وسلام جمیع علم الاسافل  
 الاراذل والافاضل الاکابر قائلین  
 انه علیه السلام لما کان افضل  
 المخلوق کافة فلا بد ان یمتوی علی  
 علومهم جمیعها کل جزئی جزئی و  
 کلی کلی ونحن انکرنا اثبات هذا  
 الامر بهذا القیاس الفاسد بغیر  
 معلوم ہے کہ نجاست کے کیرٹے نجاست کی حالتوں  
 اور مزے اور کیفیت سے زیادہ واقعہ میں  
 تو افلاطون و جالینوس کا ابن رومی حالات  
 سے واقف ہونا ان کے اعلم ہونے کو مستبعد  
 نہیں اور کوئی عقلمند جبکہ احق بھی یہ کہنے پر  
 راضی نہ ہوگا کہ کیرٹوں کا علم افلاطون سے زیادہ  
 ہے حالانکہ ان کا نجاست کے احال سے افلاطون  
 کی نسبت زیادہ واقف ہونا یقینی امر ہے اور  
 ہمارے ملک کے متبعین سرور عالم صلی اللہ علیہ  
 وسلم کے لیے تمام شریف و ادنیٰ و اعلیٰ و اسفل  
 علوم ثابت کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ جب  
 آنحضرتؐ ساری مخلوق سے افضل ہیں تو ضرور  
 سب ہی کے علوم مجزی ہوں یا کلی آپؐ کو معلوم  
 ہوں گے اور ہم نے بغیر کسی مستبرض کے محض  
 اس فاسد قیاس کی بنا پر اس علم کلی و جزئی  
 کے ثبوت کا انکار کیا۔ ذرا غور تو فرمائیے ہر  
 مسلمان کہ شیطان پر فضل و شرف حاصل ہے پس

نص من النصوص المعتمدة بها الا  
تري ان كل مومن افضل واشرف  
من ابليس فيلزم على هذا القياس  
ان يكون كل شخص من احواد الامة  
حاويا على علوم ابليس ———  
ويلزم على ذلك ان يكون  
سليمان علي نبينا وعليه السلام  
حاليا على علمه الهدى الهدى وان  
يكون افلاطون وجالينوس عارفين  
بجميع معارف الديدان واللوازم  
باطلة باسرها كما هو المشاهد هذا  
خلاصة ما قلناه في البراهين القاطعة  
لعروق الاخبيا والبارقين القائمة  
لاعناق الداجلة المفترين فلم  
يكن بمخشافه الا عن بعض الجزئيات  
المستحدثة ومن اجل ذلك اتينا  
فيه بلفظ الاشارة حتى تدل ان

اس قياس کی بنا پر لازم آئے گا کہ ہر امتی بھی  
شیطان کے شکستوں سے آگاہ ہر اور لازم تھا  
کہ سلیمان علیہ السلام کو خبر ہر اس واقعہ کی  
جسے ہڈ ہڈ نے جانا اور افلاطون و جالینوس  
واقف ہوں۔ کیڑوں کی تمام واقفیتوں سے  
اور سارے لازم باطل ہیں چنانچہ مشاہدہ ہر  
رہا ہے۔ یہ ہمارے قول کا خلاصہ ہے جو براہین  
قاطعہ میں بیان کیا ہے جس نے گند ذہن جوڑیں  
کی رگیں کاٹ دیں اور دجال و مغتری گروہ کی  
گردنیں توڑ دیں سو اس میں ہماری بحث صرف  
بعض حوادث جزئی میں تھی اور اسی لیے اشارہ  
کا لفظ ہم نے لکھا تھا تاکہ دلالت کرے کہ  
لفظی اثبات سے مقصود صرف یہ ہی جزئیات  
ہیں لیکن مفسدین کلام میں تحریف کیا کرتے ہیں  
اور شاہنشاہی محاسبہ سے نہیں ڈرتے ہیں  
اور ہمارا پختہ عقیدہ ہے کہ جو شخص اس کا  
قائل ہو کہ فلاں کا علم نبی علیہ السلام سے زیادہ

المقصود بالنفي والاثبات هــاـلـك  
 تلك الجزئيات لا غير لكن المفسدين  
 يعرفون الكلام ولا يخافون محاسبة  
 الملك العلام وانا جازمونان  
 من قال ان نلانا اعلم من النبي  
 عليه السلام فهو كافر كما صرح به غير  
 واحد من علمائنا الكرام ومن افترى  
 علينا بغير ما ذكرناه فعليه بالبرهان  
 خافئاً عن مناقشة الملك الديان  
 والله على ما نقول وكيل -

اللہ انصاف! کیا خود مصنف براہین کے اس جواب کے بعد بھی اس بہتان کی  
 کوئی گنجائش باقی رہتی ہے۔ لا والله الحساب يوم الحساب -

برائے قاطعہ پر مولوی احمد رضا خان صاحب | موقوف براہین قاطعہ حضرت مولانا  
 کے دوسرے اعتراض کا جواب | خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر

خان صاحب بریلوی کا دوسرا سنگین اعتراض یہ تھا کہ انھوں نے شیطان کے لیے علم محیط  
 تسلیم کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اُسی علم کے اثبات کو شرک کہا حالانکہ جبرئیل  
 کا کسی ایک مخلوق کے لیے ثابت کرنا شرک ہے۔ دوسری تمام مخلوقات کے لیے بھی اس کا



اثبات شرک ہی ہوگا تو گریہ مصطفیٰ براہین قاطعہ نے شیطان کو خدا کا شرک مان لیا (سُبْحَانَ  
اللہ و بھگد) لیکن اگر ناظرین کرام خود فرمائیں گے تو معلوم ہوگا کہ خاں صاحب کا یہ اعتراض  
پہلے سے بھی زیادہ غلط اور بے بنیاد ہے اور اس کو حقیقت سے اتنا ہی بُد ہے جتنا کہ خاں صاحب  
اور اُن کے فترے کو دیانت و صداقت سے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ براہین قاطعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علم ذاتی کے  
اثبات کو شرک بتوایا گیا ہے اور (اُن دلائل کے بموجب جو خاں صاحب کے مشربی بھائی  
مولوی عبدالمسین صاحب نے انوارِ ساطعہ میں پیش کیے ہیں) شیطان کے لیے صرف علم عطائی  
تسلیم کیا گیا ہے، اور شرک علم ذاتی ثابت کرنے سے لایعنی آتا ہے جیسے کہ پہلے مقدمہ کے  
ذیل میں ہم خود خاں صاحب کی تصریحات سے اس کو ثابت کر چکے ہیں۔

براہین قاطعہ میں جابجا ایسی تصریحات موجود ہیں جن سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ  
شیطان کے لیے صرف علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے۔  
(جس سے خاں صاحب کو بھی اختلاف نہیں) مگر افسوس ہے ان کی اس مجہد دانہ دیانت پر  
کہ براہین قاطعہ کی ان تمام تصریحات سے چشم پوشی کرتے ہوئے صاحب براہین کے متعلق صرف  
لکھ ڈالا کہ :

اُلمس کے لیے تو زمین کے علم محیط پر ایمان لایا ہے اور جب محمد رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر آیا تو کہتا ہے یہ شرک ہے۔ حالانکہ شرک تو اسی  
کا نام ہے کہ اللہ عزوجل کے لیے کوئی شرک ٹھہرایا جائے تو جس چیز کا مخلوق

میں سے کسی ایک کے لیے ثابت کرنا شرک ہووے تو تمام جہان میں جس کے لیے ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا ؟

ہم کو خاں صاحب کے اس کلیہ سے اتفاق کلتی ہے کہ مخلوق میں سے کسی ایک کے لیے جس کا اثبات شرک ہے وہ تمام جہان میں سے جس کے لیے بھی ثابت کی جائے یقیناً شرک ہوگا ( یہ نہیں ہو سکتا کہ مشرکین عرب اگر اپنے بتوں کے لیے تعریف ثابت کریں تو شرک ہو اور مشرکین ہند قبروں یا قبر والوں کے لیے وہی تعریف ثابت کریں تو شرک نہ ہو اور اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ جو امور عادتاً طاقت بشریہ سے خارج ہیں مثلاً اولاد دنیا، کاروبار میں نفع دنیا، مارنا جلانا، وغیرہ وغیرہ، ان امور میں بتوں سے مدد مانگنا تو شرک ہو اور زندہ یا مودہ بزرگوں سے مدد مانگنا اور ان کو فاعل باختیار سمجھنا شرک نہ ہو جیسا کہ قبر پرستوں کا خیال ہے )۔

بہر حال مولوی احمد رضا خاں صاحب کے اس کلیہ سے ہم کو بالکل اتفاق ہے لیکن صاحب براہین پر اس کو چسپاں کرنا، خاں صاحب کی وہی مخصوص کارروائی ہے جس کو خیانت یا تحریف کہتے ہیں۔

علاوہ اُس ذاتی اور عقلی فرق کے اس موقع پر خاں صاحب نے ایک کھلا افتراء یہ کیا کہ صاحب براہین نے شیطان کے لیے علم محیط مان لیا، حالانکہ یہ وہ جھوٹ ہے جس میں بھائی کا شائبہ تک نہیں۔

مگر افسوس ہے کہ رضا خانی جماعت میں کوئی ایسا دیاستدار اور راستباز بھی نظر نہیں آتا

جو اپنے مقتدا کی اس قابلِ نفرت حرکت کو اگر خیانت نہیں تو نادانستہ فطری ہی تسلیم کر لے۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ مولوی احمد رضا خاں صاحب کے برادرِ مشرقی مولوی عبد السمیع

صاحب نے انوارِ ساطعہ میں شیطان کے جلم کی وسعت ثابت کرتے ہوئے لکھا تھا کہ

”دُرُخْتار کے مسائلِ نماز میں لکھا ہے کہ شیطان اولادِ آدم کے ساتھ نہ

کر رہتا ہے اور اس کا بیٹا آدمیوں کے ساتھ رات کر رہتا ہے۔ علامہ شامیؒ

نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ شیطان تمام نبی آدم کے ساتھ رہتا ہے، مگر

جس کو اللہ نے بھالیا۔ بعد اس کے لکھا ہے۔ وَاَقْدَارُهُ عَلٰی ذٰلِكَ كَمَا

اَقْدَارُ مَلٰئِكَةِ الْمَوْتِ عَلٰی تَفْطِیْرِ ذٰلِكَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اس

بات کی قدرت دے دی ہے جس طرح ملک الموت کر سب جگہ موجود ہونے

پر قادر کر دیا ہے۔“ (انتہی کلامہ انوارِ ساطعہ)

پس مولوی عبد السمیع صاحب کی اس دلیل سے شیطان کے لیے جتنا علم ثابت ہوتا ہے

اس کو بیشک مولانا خلیل احمد صاحب نے تسلیم کیا ہے، اگر اسی کو مولوی احمد رضا خاں صاحب

روئے زمین کا علم محیط سمجھتے ہیں، تو یہ ان کی علمی قابلیت ہے جس کی داد اہل علم ہی دیں گے

ورنہ کجا شیطان کا آدمیوں کے ساتھ رہنا اور کجا روئے زمین کا علم محیط جس کے لیے ذرے

ذرے قطرے قطرے اور پتے پتے کا علم ضروری ہے۔

اور اگر خاں صاحب کی خاطر اسی کو علم محیط مان لیا جائے تو بھی شیطان کے علم محیط

پر پہلے ایمان لانے والے بلکہ دوسروں کو ایمان لانے کی دعوت دینے والے خاں صاحب کے

برادرِ بزرگوار مولوی عبدالمسیح صاحب ٹھہری گئے اور اس کفر و شرک کے فتوے کے اولین  
 مصداق وہی ہوں گے کیونکہ انھوں نے ہی شیطان کے لیے یہ وسعتِ علمِ دلائل سے ثابت  
 کی ہے، حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ تو صرف ستمنا کہنے والے ہیں۔ بڑا لٹکھٹکا  
 نے اس موقع پر ایک افتراء تو یہ کیا کہ بالکل خلاف واقعہ مصنف براہین کے متعلق کھجور  
 کہ "ابیس کے لیے زمین کے علم محیط پر ایمان لایا" اور دوسری خیانت یہ کہ براہین قاطعہ میں  
 شیطان کے لیے مولوی عبدالمسیح صاحب کے پیش کردہ دلائل کے بموجب صرف علمِ عطائی  
 تسلیم کیا گیا تھا، اور حضورِ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے علمِ ذاتی ثابت کرنے کو شرک  
 قرار دیا تھا۔ جناب خاں صاحب نے یہ ذاتی اور عطائی کا زبردست فرق بالکل ہی نظر انداز  
 کر دیا۔ اب ہم ان دونوں باتوں کا ثبوت عرض کرتے ہیں کہ تسلیمِ علمِ عطائی کیا گیا ہے اور  
 شرکِ علمِ ذاتی کو کہا گیا ہے۔

امرِ اول کا ثبوت | براہین قاطعہ کی اسی بحث بلکہ اسی قول میں صفحہ ۵ کی چودھویں سطر  
 میں ہے : "شیطان کو جس قدر وسعتِ علم دی" الخ  
 پھر اُسی کے چار سطر بعد ہے :

"اور شیطان و ملک الموت کو جو یہ وسعتِ علم دی" الخ

ان دونوں فقروں میں تصریح ہے کہ شیطان کے لیے علم کی جو وسعت تسلیم کی گئی  
 ہے وہ خدا کی دی ہوئی ہے۔

امرِ دوم کا ثبوت | پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مصنف براہین قاطعہ اس بحث میں اس قیاس

کو رد فرما رہے ہیں کہ جب شیطان اور ملک الموت کو علم کی یہ وسعت حاصل ہے (جو انوارِ ساطعہ کے حوالہ سے مذکور ہو چکی) تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فضیلت کی وجہ سے اس سے زیادہ یعنی روئے زمین کا علم خود ہی پیدا کر لیں گے اور اسی خیال کو صاحبِ براہین نے بشرک قرار دیا ہے۔ اس مختصر تمہید کے بعد ملاحظہ ہو۔

براہینِ ساطعہ میں جس جگہ یہ بحث ہے اس کی پہلی سطر ہے :

”تمام امت کا یہ اعتقاد ہے کہ جنابِ فخرِ عالم علیہ السلام کو اور سب مخلوقات کو جس قدر علم حق تعالیٰ نے عنایت کر دیا اور بتلادیا اُس سے ایک ذرہ زیادہ کا بھی علم ثابت کرنا شرک ہے۔ سب کتبِ شرعیہ سے یہی استفادہ ہے۔“

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ صاحبِ براہین کے نزدیک صرف اس علم کا ثابت کرنا شرک ہے جو علاوہ عطاہِ خداوندی کے کسی مخلوق کے لیے ثابت کیا جائے اور اسی کا نام ”علم ذاتی“ ہے۔ پھر اسی بحث میں کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں :

”عتیدہ اہلسنت کا یہ ہے کہ کوئی صفت حق تعالیٰ کی بندے میں نہیں ہوتی اور جو کچھ اپنی صفات کا نخل کسی کو عطا فرماتے ہیں، اُس سے زیادہ ہرگز کسی میں ہونا ممکن نہیں..... پھر جس کو جس قدر علم عطا فرما دیا ہے اس سے زیادہ وہ ہرگز ذرہ بھر بھی نہیں بڑھ سکتا۔ شیطان اور ملک الموت کو جس قدر وسعت دی (جس کو ولوی عبدالمسیح صاحب نے دلائل سے ثابت کیا ہے)

اُس سے زیادہ کی ان کی کچھ قدرت نہیں۔

پھر فرماتے ہیں :

”علم مکاشفہ جس قدر حضرت خضر کو بڑا، اُس سے زیادہ پروردہ قادر ہوتے اور حضرت موسیٰ کو باوجود افضلیت کے دہلا، تو وہ حضرت خضر مفضل کی برابر بھی اس علم مکاشفہ کو پیدا نہ کر سکے۔“

یعنی یہ خیال غلط ہے کہ کوئی افضل اپنی افضلیت کی وجہ سے بغیر عطائے خداوندی کوئی صفت کمال مفضل سے زیادہ اپنے اندر پیدا کر سکے بلکہ جس کو جو کچھ علم وغیرہ ملے گا وہ اللہ تعالیٰ ہی سے ملے گا۔ اس مضمون کو مدلل کرنے کے بعد صاحبِ براہین تحریر فرماتے ہیں :

”الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان اور ملک الموت کا حال دیکھ کر زمینی

یہ دیکھ کر کہ ان کو بعض مواقع زمین کا علم حاصل ہے جیسا کہ مولوی عبدالمسیح

صاحب کے دلائل سے معلوم ہوا، علم محیط زمین کا (علم ذاتی) فخرِ عالم کو

خلافِ نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسد سے ثابت کرنا (یعنی اس

اٹکل سے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شیطان و ملک الموت سے افضل

ہیں تو آپ برجہ اپنی اس افضلیت کے اپنے اندر خود ہی ساری زمین کا علم

پیدا کر لیں گے) شرک نہیں تو کون سا ایمان کا جھنڈہ ہے شیطان و ملک الموت

کو یہ وسعت (یعنی اللہ کے حکم سے بہت سے مواقع زمین کا علم ہونا) نص سے

ثابت ہوئی (یعنی اُس نص سے جو مولوی عبدالمسیح صاحب نے پیش کی)

فخرِ عالم کی وسعتِ علم کی (یعنی علم ذاتی کی کیونکہ قیاس فاسد اور محض اشکال سے تو دہری ثابت کیا جا رہا ہے اور حضرت مولانا اُسی کی بحث فرما رہے ہیں جیسا کہ اوپر کے مضمون سے معلوم ہو چکا اور آئندہ خود حضرت مرحوم کی تصریح سے معلوم ہو جائیگا) کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے ؟

اس آخری جملہ سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مرحوم یہاں اُسی وسعتِ علم کی بحث فرما رہے ہیں جس کا ثابت کرنا شرک ہے اور یہ سب سے پہلی سطر نے بتلادیا تھا کہ شرک صرف اُسی علم کا ثابت کرنا ہے جو عطاءِ خداوندی کے علاوہ ذاتی طور پر ثابت کیا جائے۔

الغرض زیر بحث عبارت سے پہلی عبارت اور اس سے متقبل ہی اُس کے بعد کی عبارت صاف طور سے بتلا رہی ہے کہ صاحبِ براہین اس موقع پر صرف وسعتِ علم ذاتی میں کلام فرما رہے ہیں اور اُسی کو انھوں نے شرک قرار دیا ہے۔

یہاں تک تو سیاق و سباق کے قوانین سے ہم نے اپنا مدعا ثابت کیا ہے، اور اگرچہ یہ قوانین بھی تصریحات سے کچھ کم نہیں لیکن اس کے بعد ہم مصنفِ براہین کی صاف و صریح عبارت پیش کرتے ہیں جس میں انھوں نے نہایت صفائی کے ساتھ اس کو واضح کر دیا ہے کہ میری یہ بحث صرف علم ذاتی میں ہے نہ کہ عطا فی میں۔ ملاحظہ ہو اسی بحث اور اسی قول میں خانصاحب کی نقل کردہ عبارت سے چند ہی جملوں کے بعد یہ عبارت ہے :

”اور یہ بحث اس میں ہے کہ علم ذاتی آپ کو کوئی ثابت کر کے یہ عقیدہ کسے  
جیسا جہلا کا یہ عقیدہ ہے۔ اگر یہ یہ جانے کہ حق تعالیٰ اطلاق دے کر حاضر کر دیا  
ہے تو شرک تو نہیں مگر بعد ثبوت شرعی کے اس پر عقیدہ درست بھی نہیں؟  
غور فرمایا جائے مصنف براہین نے کتنی وضاحت کے ساتھ اس کو بیان کر دیا کہ  
شرک کا حکم صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شخص حضور کے لیے علم ذاتی ثابت کرے۔  
اور ہم پہلے مقدمہ کے ذیل میں ”الدولة المکیة“ اور ”خالص الاعتقاد“ کے حوالہ  
سے خود خان صاحب کی تصریح نقل کر چکے ہیں کہ اگر کوئی شخص اللہ کے سوا کسی کے لیے بھی  
ایک ذرہ سے کمتر سے کمتر کا علم ذاتی ثابت کرے تو وہ مشرک ہے۔

لے مولیٰ احمد رضا خاں صاحب نے اپنے کمالہ ”الصوت الاحسن“ میں براہین قاطعہ کی اس عبارت پر بڑا  
بیچ و تاب کھایا ہے اور بہت زیادہ زور اس پر دیا ہے کہ مولیٰ عبد الباقی صاحب نے انوارِ سامعہ  
میں کہیں علم ذاتی ثابت نہیں کیا۔ پس ان کے جواب میں علم ذاتی کا ابطال کسی طرح امرِ معقول نہیں۔ نیز  
دوسرے رضا خاں صاحب بھی اس بحث میں ان ہی کی پیروی میں ہی لگا کرتے ہیں۔ میر دوست اس کے  
متعلق ہم صرف اتنا عرض کریں گے کہ یہ بات تو صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت ہے کہ شرک کا حکم  
صرف علم ذاتی کے اثبات پر ہے۔ اب یہ کہنا کہ جانبِ مخالفت جب اس کا ثبوت نہیں تو اس کا ابطال اور شرک  
کا حکم کھانا کیا؟ ایک الگ علمی بحث ہے جس کا مبحث تکفیر سے کوئی تعلق نہیں۔ ہاں اگر تکفیر کی غلطی تسلیم کر لینے  
کے بعد ہم سے یہ سوال کیا جائے تو انشاء اللہ اس کا بھی ایسا تشفی بخش جواب دیا جائے گا کہ مولیٰ  
احمد رضا خاں صاحب کی روح بھی حیرت کرے کہ اتنی کھلی ہوئی چیز مجھ سے کیوں مخفی رہی۔ ۱۵

(مؤلف)



پس مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کئی جرم ایسا نہیں جس میں خاں صاحب برابر کے شریکین ہوں اور اگر بغرض براہین میں یہ قصہ بھی نہ ہوتی اور سیاق و سباق کے ذہ قرآن بھی نہ ہوتے جو علم ذاتی کے مراد لینے پر مجبور کر رہے ہیں تب بھی اس جگہ وسعتِ علم سے علم عطائی کی وسعت مراد لینا بالخصوص مولوی احمد رضا خاں صاحب کے لیے کسی طرح جائز نہ تھا، وہ خالص الاعتقاد صفحہ ۲۸ پر بطور قاعدۃ کلیہ کے لکھ چکے ہیں کہ

”آیات و احادیث و اقوال علماء جن میں دوسرے کے لیے اثباتِ علم غیب سے انکار ہے اُن میں قطعاً یہی دو قسمیں (ذاتی یا محیطی) مراد ہیں۔“

پس براہین قاطعہ میں جس علم کے اثبات کو شرک کہا گیا ہے وہ بدرجہ اولیٰ ذاتی یا محیطی شکل پر محمول ہونا چاہیے۔ لیکن افسوس ہے کہ شوقِ تکفیر نے اپنا لکھا ہوا اصول بھی بھل دیا۔ سچ ہے۔ حُبُّكَ الشَّيْءُ يُعْبِى وَيُجِيسُ۔

یہاں تک براہین قاطعہ کے متعلق خاں صاحب کے دوسرے اعتراض کا جواب ہوا جس کا حامل صرف اس قدر ہے کہ اعتراض جب وارد ہو سکتا تھا کہ شیطان کے لیے جو علم تسلیم کیا گیا تھا اُسی کے اثبات کو شرک کہا گیا ہوتا۔ حالانکہ واقعہ اس کے خلاف ہے شیطان کے لیے علم عطائی تسلیم کیا گیا ہے اور شرک علم ذاتی کے اثبات کو کہا گیا ہے وشتان مابینہما۔

براہین قاطعہ پر خاں صاحب کے | تعلق براہین قاطعہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب  
تیسرے اعتراض کا جواب | رحمۃ اللہ علیہ پر خاں صاحب کا تیسرا اعتراض یہ تھا کہ

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم شریف پر ترنقص قطعی کا مطالبہ کرتا ہے اور نفی کے موقع پر خود ایک باطل روایت سے استدلال کیا۔“

روایت کی حیثیت کے متعلق تو انشاء اللہ ابھی چوتھے اعتراض کے جواب میں عرض کیا جائے گا۔ یہاں تو ہم صرف خاں صاحب کے اس علمی مغالطہ کا جواب دینا چاہتے ہیں کہ ”ثبوت کے لیے نقص قطعی کا مطالبہ کیا اور نفی کے موقع پر خود ایک روایت پیش کی۔“ کاش خاں صاحب اعتراض کرنے سے پہلے یہ غور فرمالیتے کہ مصنف براہین نے اس موقع پر جو حدیثیں پیش کی ہیں وہ مدعی اور استدلال ہونے کی حیثیت سے پیش کی ہیں یا مانع اور معارض ہونے کی حیثیت سے، اور کاش اصول مناظرہ کی کسی کتاب میں ان دونوں حیثیتوں کا فرق بھی ملاحظہ فرمالیتے۔

واقعہ یہ ہے کہ صاحب براہینؒ نے عقیدہ کے اثبات کے لیے نقص قطعی کا مطالبہ کیا ہے اور مولوی عبد السمیع صاحب مصنفؒ انوارِ ساطعہؒ کے قیاس کے معارض میں خود احادیث پیش کی ہیں اور یہ دونوں چیزیں صحیح نہیں، عقیدہ کے ثبوت کے لیے بیشک نقص قطعی ہی کی ضرورت ہے۔ خود مولوی احمد رضا خاں صاحب کو بھی اصولاً یہ تسلیم ہے (ملاحظہ ہو انبار المصطفیٰ) اور بیشک قیاس کے معارضہ میں احادیث کیا معنی قیاس بھی پیش کیا جا سکتا ہے (ملاحظہ ہو مناظرہ رشیدیہ اور اُس کے حواشی)۔

براہینِ قاطعہ پر چوتھا اعتراض | چوتھا اعتراض یہ تھا کہ صاحب براہین نے نقل میں  
اور اس کا جواب | خیانت کی، اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے

جس روایت کو نقل کر کے رد کیا، اُس کو ان کی طرف منسوب کر کے نقل کر دیا اور رد کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا تو گویا "لَا تَقْرُبُوا الصَّلَاةَ" تو لے لیا "أَنْتُمْ سَكَارَىٰ" کو چھوڑ دیا۔

خاں صاحب کی ذریت ہمیں معاف فرمائے یہاں ہم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ چونکہ وہ خود اس قسم کی کارروائیوں کے عادی تھے۔ اس لیے انھوں نے دوسروں کو بھی ایسا ہی سمجھا لیکن ان کو معلوم ہو جانا چاہیے کہ ان باتوں کی ضرورت صرف اہل باطل کو پیش آتی ہے۔ حق پرستوں کو اس کی حاجت نہیں، مگر چونکہ خاں صاحب کا یہ اعتراض بھی موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے۔ اس لیے اس کے جواب میں بھی یہاں ہم مختصار ہی سے کام لیں گے۔

دیکھنا یہ ہے کہ اس موقع پر صاحب براہین کے الفاظ کیا ہیں؛ ملاحظہ ہو صفحہ ۵ کی ساتویں سطریں فرماتے ہیں :

”اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دہیار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔“

یہاں صاحب براہین نے شیخ کی کسی خاص کتاب کا نام نہیں لیا ہے۔ پس اگر شیخ کی کسی ایک کتاب میں بھی یہ روایت بغیر جرح و تردید مذکور ہو تو صاحب براہین کا حوالہ بالکل صحیح ہے اور یہ سمجھا جائیگا کہ انھوں نے وہیں سے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد ملاحظہ ہو مشکوٰۃ الصالحین باب صفة الصلوة کی فصل ثالث کے اخیر میں ذیل کی حدیث درج ہے :

عن ابی ہریرۃ قال صلی بنا رسول

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو (ایک

مومن الصوف رجل فاساء الصلوة

دفعہ) ظہر کی نماز پڑھائی اور پچھلی صفوں میں

فناداه رسول الله صلى الله عليه وسلم يا فلان الا تتقى الله الاترى كيف تصلى انكم تدرون انه يخفى على شيء مما تصنعون والله انى لارضى من خلفى كما ارى من بين يدي (رماد احمد)

ایک شخص تھا جس نے نماز اچھی طرح نہیں پڑھی۔ پس جب سلام پھیر دیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پکارا کہ اے فلان! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ تم کیسی نماز پڑھتے ہو؟ تم سمجھتے ہو کہ جو کچھ تم کرتے ہو اس میں سے کوئی بات مجھ پر پوشیدہ رہتی ہے۔ خدا کی قسم! میں اپنے پیچھے کے لوگوں کو اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنے سامنے والوں کو۔ (روایت کیا اس کو امام احمد نے)

اس حدیث کی شروح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالحق دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات صفحہ ۲۹۲ پر ارقام فرماتے ہیں :

ہاں کہ ایں دیدن آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم از پس و پیش بطریق خرق عادت بود بوجہ یا بالمام و گاہ گاہ ہے بود نہ دائم و مزید آں است آنچہ در خبر آمدہ است کہ چن ناقہ آنحضرت گم شد و دریافت کہ گمارفت منافقان گفتند کہ محمدی گوید کہ خبر آسمان می رسام و نمی داند

جان کہ دیکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آگے اور پیچھے سے بطور خرق عادت تھا اور عادت بود بوجہ یا بالمام سے اور کبھی کبھی تھا نہ ہمیشہ۔ اور اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ناقہ مبارکہ گم ہو گئی اور یہ نہ معلوم ہوا کہ کہاں گئی۔ تو منافقوں نے کہا کہ محمدی گوید کہ خبر آسمان (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں کہ میں آسمان

کہ ناقہ اوکجا است۔ پس فرمود آنحضرتؐ کی خبر دیتا ہوں اور ان کو کچھ خبر نہیں کہ ان کی ناقہ  
واللہ من نہی وانہم مکہ انچہ بانامہ را پڑوگا۔ کہاں ہے۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
متن لکھن بنمود مرا پروردگار من کہوے فرمایا کہ قسم اللہ کی میں نہیں جانتا مگر وہ کہ میرے  
درجائے چنیں و چناں است و ہمارے پدودگار نے مجھ کو بتلادیا ہے۔ اب سیر پروردگار  
در شاخ درختے بند شدہ است و نیز نے مجھ کو دکھا دیا ہے کہ وہ ظن جگہ ہے اور  
فرمودہ است کہ من بشر منی وانہم کہو۔ اس کی حمار ایک درخت کی شاخ میں بندھی ہوئی  
پس ایں دیوار چسیت یعنی بے دانائید۔ ہے اور یہ بھی حضرت نے فرمایا ہے کہ میں بشر ہوں  
حق سبحانہ۔ میں نہیں جانتا کہ اس دیوار کے پیچ کیا ہے۔ یعنی

(اشۃ اللمعات جلد اول، صفحہ ۳۹۲) بے تلوئے حق سبحانہ کے :-

یہاں شیخ نے اس روایت کو نقل فرمایا اور کوئی جرح نہیں فرمائی لہذا حضرت  
مولانا خلیل احمد صاحب علیہ الرحمۃ کا حوالہ بالکل صحیح ہوا۔ بلکہ خود کیا جائے تو شیخ کی اس عبت  
سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ روایت ان کے نزدیک قابل اعتبار ہے کیونکہ یہاں اس کو  
شیخ نے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کیا ہے اور شیخ کی ثقاہت سے یہ بعید ہے کہ وہ کسی  
روایت کو باطل محض سمجھتے ہوئے اپنے دعوے کی تائید میں پیش کریں۔ پس مقام تائید میں  
شیخ کا اس روایت کو نقل فرمانا مترشح دلیل اس کی ہے کہ یہ ان کے نزدیک معتبر ہے۔ اب رہا  
یہ سوال کہ شیخ نے مدارج النبۃ میں ایک جگہ اسی روایت کے متعلق یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کی  
کوئی اصل نہیں سو اگرچہ اس سوال کا جواب ہمارے ذمہ نہیں۔ مگر تاہم ناظرین کے دفع غلبان

کے لیے اس کے متعلق بھی کچھ مختصر عرض کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مشہور محتاط اور متشدّد محدث حافظ ابن جوزی (حدیث کے بارے میں جن کی غیر معمولی احتیاط اور حد اعتدال سے بڑھا ہوا تشدد و اہل علم کو معلوم ہے) نے اس روایت کو اپنی بعض کتابوں میں بلا اسناد کے نقل فرمایا ہے اور ان جیسے محتاط ناقد بصیر محدث کا یہی روایت کر بغیر جرح کے نقل کرنا اس کے معتبر ہونے کی کافی دلیل ہے، اور اسی وجہ سے شیخ علیہ الرحمۃ نے روایت کو معتبر سمجھا اور اشعة اللمعات کی مذکورہ بالا عبارت میں اپنے دعوے کی تائید میں شپس کر دیا، مگر چونکہ اس روایت کی اسناد منقول نہیں، اس لیے مدارج النبوة میں ایک جگہ یہ بھی فرمادیا کہ ”اس کی کوئی اصل نہیں، یعنی اسناد نہیں۔ اس طرح شیخ کے کلام کا متعارض بھی دفع ہو جاتا ہے اور کوئی اشکال بھی باقی نہیں رہتا۔ اور یہ ایک عجیب اتفاق ہے کہ حافظ ابن حجر عسقلانی رح کا کلام بھی اس روایت کے متعلق بظاہر اسی طرح متعارض ہے چنانچہ قسطلانی ”مواہب لدنیہ“ میں حافظ سخاویؒ کی ”مقاصد حسنہ“ سے ناقل ہیں کہ :

حدیث ما اعلم ما خلف جدارى هذا      یہ حدیث کہ ”میں نہیں جانتا جو میری اس دیوار کے  
قال شیخنا شیخ الاسلام ابن حجر      نیچے ہے۔“ ہمارے شیخ، شیخ الاسلام حافظ ابن حجر  
لا اصل له قلت و لكن قال فی تلخیص      اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ ”اس حدیث کی اصل نہیں  
تخریج احادیث الرافعی عند قوله فی      میں کتابوں کے مگر تخریج احادیث رافعی کی تلخیص میں  
المصانص و یزى من وراء ظهره كما      خصائص کے بیان میں اس کے اس قول کے پاس کہ  
یزى من قدأما هو فی الصحيحین و      ”اور آپ دیکھتے تھے اپنے پس پشت جس طرح دیکھتے تھے

غیر ہما من حدیث انس وغیرہ و اپنے آگے۔ خود انھی (حافظ ابن حجر) نے فرمایا ہے کہ  
 الاحادیث الواردة بذالك مقيدة یہ حضرت انس وغیرہ سے صحیحین اور ان کے علاوہ دوسری  
 بحالة الصلوة و بذالك يجمع بينہ کتب حدیث میں مروی ہے اور جن احادیث میں حضور  
 وبين قوله عليه السلام لا اعلم ما (یعنی حضرت اقدس کا پس پشت کی چیزوں کو دیکھنا) وارد  
 و رآ جداري هذا انتهى و هذا ہوا ہے وہ غار کی حالت کے ساتھ مقید ہیں اور اس ترجمہ  
 مشعر بو و ردہ سے تطبیق ہو جاتی ہے اس میں اور حضور علیہ السلام کے  
 فرمان میں کہ : " میں نہیں جانتا اس کو جو میری اس دیوار کے پیچھے ہے۔ "

ختم ہوا (کلام حافظ ابن حجر کا، اس کے بعد حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ) اور (ہاں سے شیخ کے)  
 اس کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب میں حافظ سخاویؒ کے اس قول کے بعد فرماتے ہیں کہ :  
 فينا في قوله لا اصل له فهو متاخر پس اُن کا (یعنی حافظ ابن حجرؒ کا) یہ قول مان  
 منه و يمكن ان مراده لا اصل کے اس قول کے منافی ہے (جس میں انھوں نے  
 له معتبر لكونه ذكر بلا اسناد اس حدیث کے متعلق کہا ہے کہ) اس کی اصل نہیں  
 لا ان مراده بطلانه ۔ پس یہ اُن کی جانب سے (کھلم ہوا) تناقض ہے اور

ممکن ہے کہ اس قول سے اُن کی مراد یہ ہو کہ اس حدیث کی اصل معتد نہیں۔ کیونکہ وہ بلا اسناد و منقول  
 ہوئی ہے یہ مطلب نہیں کہ سرے سے باطل ہے۔

پس ہم نے شیخ علیہ الرحمۃ کے مدارج والے قول کی جو توجیہ کی ہے وہ بعینہ وہی ہے

جو علامہ زرقانی نے حافظ ابن حجر کے کلام کی ہے۔

یہاں تک جو کچھ عرض کیا گیا، وہ شیخ کے قول اصلے ندارد کی توجیہ سے متعلق تھا اور اپنے فریضہ سے زائد، ورنہ ہمارے ذمہ صرف اسی قدر تھا کہ شیخ کی کسی تصنیف سے بس اتنا ثابت کر دیتے کہ انھوں نے اس کو بلا جرح نقل فرمایا ہے۔ یہ ہمارا تبرع تھا کہ ہم نے شیخ کے طرز عمل سے روایت کا معتبر ہونا بھی ثابت کر دیا اور ان کے دونوں قولوں کے ظاہری تعارض کو بھی اٹھا دیا۔ فَلَلهُ الْحَمْدُ وَالْمُنَّةُ !

اور قطع نظر ان تمام چیزوں سے اس میں تو کوئی شک ہی نہیں کہ یہ روایت معنا صحیح ہے اور بہت سی صحیح حدیثیں اس کے مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ چنانچہ صحیحین اور سنن نسائی میں حضرت زینب زوجہ ابن مسعود رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں زکوٰۃ کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنے کی غرض سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازہ پر حاضر ہوئی جب میں پہنچی تو اسی ضرورت سے ایک انصاری بی بی بھی وہاں کھڑی ہوئی تھیں.... پس حضرت بلالؓ ہمارے پاس آئے تو ہم نے اُن سے کہا :

اُمّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
فاخبرہ ان امرأتین بالبَابِ تَسْلَانِکَ میں جائے اور ان کو اطلاع دیجیے کہ دو عورتیں دروازہ  
اتجزی الصدقة عنہما علیٰ اَن وَلجہما پر کھڑی ہیں اور یہ مسئلہ دریافت کرنا چاہتی ہیں کہ  
وعلیٰ ایتام فی حجورہما ولا تخبرہ اگر وہ اپنے شوہروں اور ان یتیم بچوں پر حرجان کی  
من عنہن فسأله بلال فقال له رسول پرورش میں ہیں صدقہ کر دیں تو کیا ادا ہو جائے گا؟



اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ہما اور (اے بلال دیکھو) حضرت کو یہ ست خبر دینا  
 فقال امراة من الانصار وذئیب کہ ہم کہیں ہیں۔ پس حضرت بلال نے حضورؐ سے  
 فقال له ای الزیانب قال امراة وہ سنداسی طرح دریافت کیا حضورؐ نے دریافت  
 عبد اللہ فقال لہما اجران اجر فرمایا کہ وہ پرچھنے والیاں کہیں ہیں، حضرت بلالؓ  
 القراۃ و اجر المصدقہ۔ نے عرض کیا کہ ایک کوئی انصاری بی بی ہیں اور ایک

زنیبؓ حضورؐ نے فرمایا کہ کن زنیب، حضرت بلالؓ نے عرض کیا کہ بدلتی ہوئی بیوی —  
 تو حضورؐ نے فرمایا کہ اس صحبت میں ان کو دو اجر ملیں گے۔ ایک صدقہ کا، ایک قرابت کا۔

سو اگر حضورؐ کو دیوار کے پیچھے کی سب باتیں معلوم ہو جایا کرتیں تو حضرت بلالؓ سے  
 نام دریافت کرنے کی کیا ضرورت ہوتی؟ پس آپ کا نام دریافت فرمانا اور زنیبؓ نام معلوم  
 ہونے پر یہ فرمانا کہ کنسی زنیب؟ مترجہ دلیل اس کی ہے کہ آپ کو دیوار کے پیچھے کی  
 بعض باتیں معلوم نہیں ہوتی تھیں۔

نیز حیات طیبہ کے اخیر دنوں میں حالت مرض میں حضورؐ کا اپنی جماعت کو دیکھنے  
 کے لیے حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر تشریف لانا اور پردہ ہٹا کر مسجد نبویؐ میں نماز پڑھنے والی  
 جماعت کو دیکھنا (جس کا ذکر کتب صحاح میں ہے) اور بالخصوص آخری دن بار بار یہ فریاد  
 فرمانا کہ اَصَلِّی النَّاسُ؟ ”کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟“ حالانکہ مسجد مبارکہ اور حجرہ مشرفیہ  
 میں صرف دیوار ہی حائل تھی، مترجہ دلیل اس کی ہے کہ دیوار کے پیچھے کی کچھ باتیں حضورؐ کو  
 معلوم نہیں ہوئی تھیں۔ پس اگر کسی حدیث میں یہ وارد ہوا ہو کہ ”واللہ لا ادری ما ودا  
 جد ادری، هذا او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی اللہ کی قسم! میں نہیں جانتا

اس کو جو اس دیوار کے پیچھے ہے) تو اس میں کیا استبعاد ہے۔ بہر حال اس روایت کی معنوی صحت سے تو کسی کو بھی انکار کی جأت نہیں ہو سکتی۔

اور پھر اگر ان باتوں سے بھی قطع نظر کر لیا جائے تو یہ ہر منصف مزاج کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ صاحب براہین نے اس روایت کو علم ذاتی کی نفی کے موقع پر پیش کیا ہے کیونکہ ہم خود صاحب براہین کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ ان کی وہ تمام بحث علم ذاتی کے متعلق ہے تو گویا اس روایت کو انھوں نے علم ذاتی کی نفی پر محمول کیا ہے اور ہم خود بھی احمد رضا خاں صاحب کی تصریحات سے ثابت کر چکے ہیں کہ وہ بھی علم ذاتی کے قائل نہیں بلکہ جو شخص ایک ذرہ یا اُس سے بھی کتر سے کتر کا علم ذاتی غیر اللہ کے لیے مانے وہ ان کے نزدیک بھی کافر و مشرک ہے۔ پس اس اعتبار سے تو یہ روایت خاں صاحب کے نزدیک بھی معنی صحیح ہے اور وہ تو خود فرما چکے ہیں کہ ”آیات و احادیث و اقوال علماء جمیع میں دوسروں کے لیے اثبات علم غیب سے انکار ہے، ان میں قطعاً یہی دو قسمیں (یعنی ذاتی یا محیط کل) ہوں۔“ خالص الاعتقاد، صفحہ ۲۸۔

پس جب کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو علم ذاتی کی نفی پر محمول فرما رہے ہیں تو پھر خاں صاحب یا اُن کی ذریت کے لیے کیا محل اعتراض ہے۔

ہم شروع ہی میں عرض کر چکے ہیں کہ یہ بحث موضوع تکفیر سے غیر متعلق ہے اس لیے ہم اسی قدر پر اکتفا کرتے ہیں۔

یہاں تک عبارات براہین قاطعہ کی بحث ختم ہو گئی اور خاں صاحب کے چاروں  
اعتراضوں کے جوابات سے ہم بعون اللہ تعالیٰ فارغ ہو گئے۔ اب حسام الحرمین کی آخری بحث  
متعلق عبارت حفظ الایمان شروع ہوتی ہے۔

---

لے واضح رہے کہ خاں صاحب کے دوسرے اعتراض کے جواب میں جرداتی اور عطائی کا فرق ہم  
نے دکھلایا ہے۔ وہ پہلے اعتراض کے جواب میں بھی جاری ہو سکتا ہے۔ فافہم وقامل۔ ۱۲ منہ



# حکیم الامت حضرت تھانوی

پر

توہینِ شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا بہتان

اور

اُس کا جواب

مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب  
تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق حسام المحرمین صفحہ ۲۰ و ۲۱ پر فرماتے ہیں :

ومن كبار هؤلاء الوهابية اور اس فرقہ و داعیہ شیطانیہ کے بڑوں میں  
الشیطانیة رجل آخر من اذئاب ایک اور شخص اسی گنگوی کے دم چلوں میں ہے  
الکنگوی يقال له اشرف علی التانوی جسے اشرف علی تھانوی کہتے ہیں، اُس نے ایک  
صنعت وسیلة لا تبلغ اربعة اوراق بھوٹی سی رسلیا تصنیف کی چار ورق کی ہی نہیں

و صرح فيها بان العلم الذي لرسول  
 الله صلى الله تعالى عليه وسلم  
 بالمغيبات فان مثله حاصل لكل  
 صبي وكل مجنون بل لكل حيوان  
 وكل بهيمة وهذا لفظه الملعون  
 ان صح الحكم على ذات النبي المقدسة  
 بعلم المغيبات كما يقول به زبير  
 فالمسئول عنه الله ما اذا اراد بهذا  
 البعض الغيوب ام كلها فان اراد  
 البعض فاي خصوصية فيه لحضرة  
 الرسالة فان مثل هذا العلم  
 بالغيب حاصل لزبير وعمر و  
 بل لكل صبي ومجنون بل لجميع  
 الحيوانات والبهائم و ان اراد  
 الكل بحيث لا يشذ منه فرد  
 فبطالانه ثابت نقلا وعقلا اهـ  
 اور اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا  
 علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے جیسا تو  
 بزرگے اور ہر پائل جگہ ہر جانور اور ہر چار پائے  
 کو حاصل ہے۔ اور اس کی طعون عبارت یہ ہے:  
 آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا  
 جانا اگر قبل از مبعوث ہو تو دریافت طلب یہ امر  
 ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل  
 اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حشر کی کیا  
 تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر و جگر  
 صبی و مجنون جگہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیے بھی  
 حاصل ہے۔ الی قول۔ اور اگر تمام علوم غیب  
 مراد ہیں، اس طرح کہ اس کی ایک فرد بھی  
 خارج نہ رہے تو اس کا بطلان دلیل نقلی و عقلی  
 سے ثابت ہے۔ میں کتابوں اللہ تعالیٰ کی  
 مہر کا اثر دیکھو، یہ شخص کیسی برابری کر رہا  
 ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور

نے یہاں حفظ الایمان میں صلی اللہ علیہ وسلم چھپا ہوا ہے، خاصا صاحب نے اس کو اڑا دیا۔

اقول فانظر الى اثار ختم الله تعالى چُنیں و چُنیاں میں۔  
 کیسے یسوی بین رسول اللہ صلی اللہ  
 تعالیٰ علیہ وسلم و بین کذا و کذا۔

اس جگہ خاں صاحب نے حضرت حکیم الامتؒ کے متعلق جو سخت اور مستحق کلمات  
 استعمال کیے، ان کا جواب تو ہم کچھ بھی نہیں دے سکتے۔ اس کا ترکیب کی کڑ بکڑ جواب دہی  
 بازاری دے سکتا ہے جو گالیوں کے فن میں بھی مجددانِ شان رکھتا ہو۔ ہم تو اس فن سے  
 بالکل عاری اور عاجز ہیں۔ اُصر قرآن حکیم کا ارشاد ہے:

قل لهادی يقولوا التی هی احسن لے رسول آپ میرے (ایمان والے) بندوں سے  
 ان الشیطان ینزع بینہم ات کیسے کہ وہ بات کہیں جو اچھی ہو۔ بتتیں شیطان  
 الشیطان کان للانسان عدوا پھوٹ ڈھاتا ہے ان کے درمیان، بیشک  
 مبینا۔ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے۔

دوسری جگہ خود حضورؐ کا ارشاد ہے:

ادفع بالتی ہی احسن السینۃ آپ ہی کا جواب نیکی سے دیجیے۔

پس حسبِ فرمودہ قرآن ہم خاں صاحب کی ان گالیوں کے جواب میں صرف حق  
 تعالیٰ سے یہ عرض کریں گے کہ خداوند! خاں صاحب تو اس دنیا سے جا چکے، اب اُن کے  
 اخلاف کو ایسی بُری عادتوں سے بچا جو دنیا میں دولت و رُسوائی اور آخرت میں حرمان و  
 خُسران کا باعث ہوں۔

اس کے بعد ہم اصل بحث کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ واللہ الہادی الی سبیل الرشاد۔  
 معلوم ہوتا ہے کہ حسام الحرمین کہتے وقت خاں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ کسی معاملہ میں بھی  
 سچائی اور دیانتداری سے کام نہ لوں گا۔ خود تو کیجئے، مکمل حفظ الایمان کی اصل عبارت اور  
 اس کا حقیقی امداد واقعی مطلب، اور گجا خاں صاحب کا تصنیف کردہ یہ یعنی معنوں۔ کہ  
 غیب کی باتوں کا جیسا عظم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر بچے اور ہر بگال جگہ  
 ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے (محاذ اللہ نہ) کاش خاں صاحب اپنا فیصلہ نگار  
 سنانے سے پہلے حفظ الایمان کی پوری عبارت بغیر قطع و برید کے نقل کر دیتے تو ناظرین کو  
 خود ہی حقیقت معلوم ہو جاتی اور ہم کہ جواب دہی کے لیے قلم اٹھانے کی ضرورت پیش نہ آتی۔  
 حفظ الایمان حضرت حکیم الامتہ (دامت برکاتہم) کا ایک مختصر سا رسالہ ہے جس میں بیچ بیچیں  
 ہیں اور تیسری بحث یہ ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کو نادر مستحق  
 یائنین۔ واضح رہے کہ مولانا کی بحث اس میں نہیں ہے کہ حضور اقدس کو علم غیب تھا یا نہیں؟  
 اور تھا تو کتنا تھا؟ بلکہ ہاں مولانا مذکورہ صرف اتنا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ حضور کو عالم غیب  
 کہ نہیں سکتے۔ اور ان دونوں باتوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ کسی صفت کا واقع میں کسی ذات  
 کے لیے ثابت ہونا اُس کو مستلزم نہیں کہ اس کا اطلاق بھی اس پر جائز ہو۔ قرآن کریم میں  
 حق تعالیٰ کو ہر چیز کا خالق بتلایا گیا ہے۔ اور تمام مسلمانوں کا حقیقہ ہے کہ عالم کی ہر چیز صغیر  
 ہو یا کبیر عظیم ہو یا حقیر سب اُسی کی مخلوق ہے۔ لیکن با ایں بہر فقہاء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ

لَهُ أَفْعَالُ خَالِقٍ كُلِّ شَيْءٍ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدْ رَفَعْتَنِي ۝ (الغیر ذلک من آیات)

اس کو "خالق القعدة والحفت کلین" کہنا ناجائز ہے، علیٰ ہذا قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے رزق (کھیتی) کی نسبت اپنی طرف فرمائی ہے، لیکن اس کی ذات پاک پر ناسخ کا اطلاق درست نہیں، اسی طرح بادشاہ کی طرف سے لشکر کو جو عطایا اور وظائف دیے جاتے ہیں اہل عرب اُن پر رزق کا اطلاق کرتے ہیں۔ چنانچہ لغت کی عام کتابوں میں یہ محاورہ کھانا ہوا ہے کہ رزق الامیر الجند، لیکن بائیں ہمہ بادشاہ کو رافق یا رزاق کہنا درست نہیں اور حضور کے خصائل مبارکہ کے باب میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "آپ خود ہی اپنی نعل مبارک کو ٹانگ لیا کرتے تھے اور خود ہی اپنی بکری دودھ لیا کرتے تھے"۔ الخ لیکن اس کے باوجود حضور اقدس کو "خاضع للنعل" (جنت دوز) اور "حالب الشاة" (بکری دودھنے والا) نہیں کہا جاسکتا۔ بہر حال یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ بعض اوقات ایک صفت کسی ذات میں پائی جاتی ہے اور اس کا اطلاق درست نہیں ہوتا۔

ہم امید کرتے ہیں کہ اس تمہید سے ہمارے ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ حضور کو علم غیب ہونا نہ ہونا ایک الگ بحث ہے اور آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کے اطلاق کا جواز، صدم جاز یہ ایک الگ مسئلہ ہے اور ان دونوں میں باہم تلازم بھی نہیں جب یہ بات ذہن نشین ہوگئی تو اب سمجھیے کہ حفظ الایمان میں اس سرقہ پر حضرت مولانا "لا مقصد صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق ناجائز ہے اور حضور کو جس طرح خاتم النبیین سید المرسلین، رحمۃ اللعالمین وغیرہ القابات سے یاد کر سکتے ہیں۔ اس طرح حفظ عالم الغیب"



سے حضورؐ کو یاد نہیں کیا جاسکتا، اور اس حد عاکی دو دلیلیں مولانا نے پیش کی ہیں پہلی دلیل کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ چونکہ عام طور پر شریعت کے مہاروات میں عالم الغیب اسی کو کہا جاتا ہے جس کو غیب کی باتیں بلا واسطہ اور بغیر کسی کے بتائے ہوئے معلوم ہوں (اور یہ شان صرف حق تعالیٰ کی ہے) لہذا اگر کسی دوسرے کو عالم الغیب کہا جائے گا تو اس عرف عام کی وجہ سے لوگوں کا ذہن اسی طرف جاتے گا کہ ان کو بھی بلا واسطہ غیب کا علم ہے (اور یہ عقیدہ مرتجع شرک ہے) پس حق جل مجدہ کے سوا کسی اور کو عالم الغیب کہنا بغیر کسی ایسے قرینہ کے جس سے معلوم ہو سکے کہ قائل کی مراد علم غیب بلا واسطہ نہیں ہے اس لیے نادرست ہو گا کہ اس سے ایک مشرکانہ خیال کا شبہ ہوتا ہے۔ قرآن و حدیث میں ایسے کلمات سے منع فرمایا گیا ہے جس سے اس قسم کی غلط فہمیوں کا اندیشہ ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں حضورؐ کو لفظ راعنا سے خطاب کرنے کی ممانعت، اور حدیث شریف میں اپنے ظالموں اور باندیوں کو عبدی و امتی کہنے سے نہی اسی لیے وارد ہوئی ہے کہ یہ کلمات ایک باطل معنی کی طرف مبہم ہو جاتے ہیں، اگرچہ خود مستحکم کا قصد ایسا نہ ہو۔۔۔۔۔۔ یہ ہے حضرت مولانا تھانویؒ کی پہلی دلیل کا خلاصہ۔۔۔۔۔۔ مگر چونکہ خاں صاحب کو مولانا کی اس دلیل پر کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ تقریباً ہی بخیر خود خاں صاحب نے بھی اپنی کتاب الدولۃ المکیہ میں ایک جگہ پوری تفصیل سے لکھا ہے اس لیے اس کی تصدیق و تائید میں ہم کچھ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے اور اب مولاناؒ کی دوسری دلیل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اُسی میں وہ عبارت واقع ہے جس کے متعلق خاں صاحب کا دعویٰ ہے کہ :

”اس میں تصریح کی کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے ایسا تو ہر پتے اور ہر جگہ اور ہر جانور اور ہر چارپائے کو حاصل ہے۔“

لیکن ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت نقل کرنے سے پہلے ناظرین کی سہولت فہم کے لیے یہ بتلادینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس دوسری دلیل میں مولانا نے مسئلہ کی دو تفسیریں کر کے ان میں سے ہر ایک کو غلط اور باطل ثابت کیا ہے اور حاصل مولانا کی اس دوسری دلیل کا مضمون یہ ہے کہ جو شخص حضور کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کرتا ہے اور آپ کو عالم الغیب کہتا ہے (مثلاً زید) وہ یا تو اس وجہ سے کہتا ہے کہ اس کے نزدیک حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے۔ یہ دوسری شق تو اس لیے باطل ہے کہ آنحضرت کو کل غیب کا علم نہ ہونا، دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت ہے (اور خود مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی یہی کہتے ہیں) اور پہلی شق (یعنی بعض غیب کی وجہ سے حضور کو عالم الغیب کہنا) اس لیے باطل ہے کہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ہر انسان بلکہ حیوانات تک کو عالم الغیب کہا جائے کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے، کیونکہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے۔ پس اس شق کی بنا پر چونکہ سب کو عالم الغیب کہنا لازم آتا ہے اور یہ عقلاً نقلاً عرفاً غرض ہر حیثیت سے باطل ہے لہذا ائمہ (یعنی زید کا حضور کو بعض علوم غیبیہ کی وجہ سے عالم الغیب کہنا) بھی باطل ہوگا۔ یہ ہے مولانا کی ساری تقریر کا خلاصہ۔ اس کے بعد ہم حفظ الایمان کی اصل عبارت مع توضیح کے درج کرتے ہیں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ پہلی دلیل کی تقریر سے فارغ ہونے کے بعد اوقاف فرماتے ہیں:

خط الامیان کی عبارت اور اُس کی توضیح | آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا علم کیا جانا (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہنا اور آپ کی ذات قدسی پر لفظ عالم الغیب کا اطلاق کرنا) اگر بقبول نہ صحیح ہو تو دریافت طلب (اسی زید سے) یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد (یعنی اس غیب سے جو لفظ عالم الغیب میں واقع ہے اور جس کی وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتا ہے) بعض غیب ہے یا کل غیب (میاں حضرت مولانا راس شخص سے جو حضرت کو عالم الغیب کہتا ہے اور اس کو جائز سمجھتا ہے جس کا فرضی نام زید ہے۔ یہ دریافت فرما رہے ہیں کہ تم جو حضور کو عالم الغیب کہتے ہو تو کس اعتبار سے؟ آیا اس وجہ سے کہ حضور کو بعض غیب کا علم ہے یا اس وجہ سے کہ آپ کو کل غیب کا علم ہے؟ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں (یعنی تم حضور کو بعض علوم غیب کی وجہ سے عالم الغیب کہتے ہو اور تمہارا یہی اصول ہے کہ جس کو غیب کی بعض باتیں بھی معلوم ہوں گی اس کو تم عالم الغیب کہو گے) تو اس میں (یعنی مطلق بعض غیب کے علم میں اور اس کی وجہ سے عالم الغیب کہنے میں) حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا (بعض) علم غیب (کہ کسی کے عالم الغیب کہنے کے لیے جس کی تم ضرورت سمجھتے ہو یعنی مطلق بعض مغیبات کا علم) تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و نباتات کے لیے بھی حاصل ہے کیونکہ ہر شخص کو کسی نہ کسی پالیسی

بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی نہ ہو تو چاہیے کہ (تمہارے اس اصول کی بنا پر کہ مطلق بعض غیب کے علم کی وجہ سے بھی عالم الغیب کہا جاسکتا ہے) سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

حفظ الایمان کی عبارت میں مخالف صاحب | یہ تھی حضرت مولانا کی اصل عبارت اور یہ بریلوی کی تحریفیات کی تفصیل تھا اس کا صاف اور صریح مطلب جو ہم نے عرض کیا لیکن خاں صاحب نے اپنی حاشیہ آرائی سے اُس میں نوہ معنی ڈالے کہ شیطان بھی جس کو شن کر پناہ مانگے۔ اس سلسلہ میں خاں صاحب نے جو تحریفیات کہیں ان کی مختصر تفصیل یہ ہے :

(۱) حفظ الایمان کی عبارت میں ایسا ملاحظہ آیا تھا اور اُس سے مطلق بعض غیب کا علم مراد تھا نہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اقدس، مگر خاں صاحب نے اُس سے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم شریف مراد لے لیا اور لکھ دیا کہ "اُس میں تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہر بچے اور ہر لاکھ ہر جانور اور ہر چار پائے کو حاصل ہے (حسام ص ۲۰)۔"

(۲) حفظ الایمان کی اصل عبارت اس طرح تھی کہ :

"ایسا علم غیب تو نذیر و عمر و بلکہ ہر صبی و مجنون، بلکہ جمیع حیوانات مہائم کے لیے بھی حاصل ہے۔ کیونکہ ہر شخص کو کسی و کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو

دوسرے شخص سے مخفی ہے :

خاں صاحب نے اس کا آخری خط کشیدہ حصہ درمیان میں سے بالکل اڑا دیا کیونکہ اس سے مراد معلوم ہو جاتا ہے کہ زید عمرو وغیرہ کے متعلق جو علم تسلیم کیا گیا ہے وہ مطلق بعض غیب کا علم ہے، نہ کہ معاذ اللہ رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریعت (۳) حفظ الایمان میں مذکورہ بالا عبارت کے بعد لازمی نتیجہ کے طور پر یہ فقو تھا۔

تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے

خاں صاحب نے اس کو بھی صاف اڑا دیا، کیونکہ اس فقرے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مصنف حفظ الایمان حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی بقتدار میں کلام نہیں فرما رہے، بلکہ ان کی بحث صرف عالم الغیب کے اطلاق میں ہے اور اتنا معلوم ہو جانے کے بعد خاں صاحب کی ساری کارروائی کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ بہر حال خاں صاحب نے صاحب حفظ الایمان کو کافر بنانے کے لیے یہ خیانتیں کیں اور جن فقروں سے عبارت حفظ الایمان کا صحیح مطلب باسانی معلوم ہو سکتا تھا وہ درمیان سے بالکل حذف کر دیے اور عبارت کا حرف ابتدائی اور آخری حصہ نقل فرما دیا، اور ایک بڑی چالاک یہ کہ عبارت حفظ الایمان کا جو عربی ترجمہ آپ نے علماء حرمین کے سامنے پیش کیا، اس میں اس قسم کا کوئی اشارہ بھی نہیں کیا جس سے وہ حضرات سمجھ سکتے کہ اس عبارت کے درمیان میں سے کچھ فقرے حذف کر دیے گئے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ناظرین حسام الحرمین کی اُس عربی عبارت میں خاں صاحب کی یہ دستکاری ملاحظہ فرما سکتے ہیں جو ہم نے شروع

بحث میں حسام الحرمین سے بظنہ نقل کی ہے:

عبارت حفظ الایمان کی مزید توضیح | اگرچہ خاں صاحب کی دیانت اور اُن کے  
فتوے کا حال تو ہمارے ناظرین کو اسی قدر

بیان سے معلوم ہو گیا ہو گا مگر ہم بحث کی مزید توضیح اور تفہیم کے لیے اس کے خاص خاص  
گوشوں پر کچھ اور روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔

حضرت حکیم الامت مظللہ کی دوسری دلیل کا محل صرف اس قدر تھا کہ :

حضورؐ کو عالم الغیب کہنے کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں، ایک یہ کہ کل غیب کی وجہ  
سے آپ کو عالم الغیب کہا جائے۔ دوسری یہ کہ بعض غیب کی وجہ سے پہلی شق تو  
اس لیے باطل ہے کہ آپ کو کل غیب کا علم نہ ہوا ذلک فقہیہ و عقلیہ سے ثابت ہے اور  
دوسری اس لیے باطل ہے کہ بعض غیب کا علم دنیا کی دوسری حقیر چیزوں کو بھی ہے  
تو اس اصول پر سب کو عالم الغیب کہنا پڑے گا جو ہر طرح سے باطل ہے۔ اگر اس دلیل  
کے اجزاء کی تحلیل کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنیادی مقدمات صرف یہ ہیں :

(۱) جب تک بعد اُمسی چیز کے ساتھ قائم نہ ہو، اس پر شق کا اطلاق نہیں کیا جا

سکتا۔ مثلاً کسی کو عالم جب ہی کہا جا سکتا ہے جب کہ اس کی ذات میں علم کی

صفت پائی جاتی ہو اور ناجہ اُمسی کو کہا جائے گا، جس کے ساتھ ذمہ کی صفت

قائم ہو اور کاتب وہی کہلانے کا جو وصف کتابت کے ساتھ موصوف ہو (۱)

غیر ذلک من الامثلۃ

(۲) علت کے ساتھ معلول کا پایا جانا بھی منوری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ علت موجود ہو اور معلول نہ ہو۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کُل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔

(۴) مطلق بعض منیبات کی خبر غیر انبسیا علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے (۵) ہر زید و عمرو کو عالم الغیب نہیں کر سکتے۔

(۶) لازم کا بطلان مقدم کے بطلان کو مستلزم ہے یعنی جس بات کے ماننے سے کوئی امر باطل لازم آجائے وہ خود باطل ہے۔

ان مقدمات میں سے پہلے دونوں اور آخری دونوں کو عقلی سلاطین سے نہیں اور گویا بدیہی نہیں جس سے دنیا کا کوئی عاقل بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اس لیے مروجہ ہم مرتب تیسرے امر چوتھے مقدمہ کو خاں صاحب ہی کی تصریحات سے ثابت کرتے ہیں:

”مدعی لا کہ یہ بھاری ہے گراہی تیری

حفظ الایمان کے اہم مقدمات کا ثبوت | حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل  
خود خاں صاحب بریلوی کی تصریحات کے | کا تیسرا مقدمہ یہ تھا کہ:

”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل غیب کا علم حاصل نہ تھا۔“

اس کا ثبوت فاضل بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کُل غیب کا علم حاصل نہ تھا

فاضل موصوف ”للدولة المکیة“ صفحہ ۲۵ پر رقمطراز ہیں:

فانا لا ندعى انه صلى الله عليه  
ہمارا یہ دعویٰ نہیں ہے کہ رسول خدا صلی  
ومسلم قد احاط بجميع معلومات  
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم شریف تمام معلومات  
اللہ سبحانہ و تعالیٰ فاتہ محال  
الشیہ کہ محیط ہے کیونکہ یہ تو مخلوق کے لیے  
للمخلوق۔ محال ہے۔

اور اسی الدولۃ المکیۃ میں ہے:

ولا نثبت بعطاء الله تعالى ايضا  
اور ہم عطاء اللہ سے بھی بعض علم ہی ملتا  
الا البعض  
مانتے ہیں نہ کہ جمیع۔

(الدولۃ المکیۃ، ص ۲۸) (خالص الاعتقاد، ص ۲۳)

اور یہی خاں صاحب تمہید ایمان صفحہ ۲۴ پر فرماتے ہیں:

”حضورؐ کا علم بھی جمیع معلومات الہی کو محیط نہیں۔“

نیز اسی تمہید کے صفحہ ۲۴ پر ہے:

”اور جمیع معلومات الہیہ کو علم مخلوق کا محیط ہونا بھی باطل اور اکثر  
علماء کے خلاف ہے۔“

خاں صاحب کی ان تمام عبارات کا سفاد بلکہ مقصد یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو جمیع غیب کا علم حاصل نہ تھا، بلکہ تمام غیب کے علم تفصیلی کا حصول آپ کے لیے  
بلکہ ہر مخلوق کے لیے محال ہے اور اس کا عقیدہ رکھنا باطل اور اکثر علماء کے خلاف ہے۔ اور  
یہی بعینہ حضرت مولانا تھانیؒ کی دلیل کا تیسرا سفد مرہ تھا جو بحمد اللہ خاں صاحب ہی کی



تصریحات سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔ ﷺ الحمد۔

حضرت مولانا کی دلیل کا چوتھا قابلِ غور مقدمہ یہ تھا :

”مطلق بعض منیبات کی خبر غیر انبیاء علیہم السلام بلکہ غیر انسانوں کو بھی ہو جاتی ہے۔“

اس کا ثبوت بھی خاں صاحب بریلوی کی تصریحات سے ملاحظہ ہو :

ہر مومن کو کچھ غیوب کا علم تفصیلی ضرور ہوتا ہے

فاضل موصوفت ”الدولة المکیة“ صفحہ ۱۳ پر اتقام فرماتے ہیں :

انا اُمنّا بالقیمة وبالجبّة و	بیشک ہم ایمان لائے ہیں قیامت پر اور جنت
بالتّار و باللّٰه تعالیٰ و بالامّہات	اور دوزخ پر اللہ تعالیٰ اور اس کے ساتوں
السبع من صفاتہ عز وجل و	صفاتِ اصلیہ پر اور یہ سب کچھ غیب ہے اور
کل ذلک غیب وقد علمنا کلاً	ہم کو اس کا علم تفصیلی حاصل ہے اس طور پر کہ
بجمیالہ ممتازاً عن غیرہ فوجب	ہمارے علم میں ان میں سے ہر ایک دوسرے
حصول مطلق العلم التفصیلی	سے ممتاز ہے پس غیب کے مطلق علم تفصیلی کا
بالغیوب لكل موین۔	حصول ہر مومن کے لیے واجب ہوا۔

زیر ہی خاں صاحب ”خالص الاعتقاد“ صفحہ ۲ پر فرماتے ہیں :

”اللہ تعالیٰ)..... مسلمانوں کو فرماتا ہے : ”یؤمنون بالغیب“ غیب پر

ایمان لاتے ہیں۔ ایمان تصدیق ہے اور تصدیق علم ہے جس شے کا اصلاً

علم ہی نہ جو اس پر ایمان لانا کیوں کر ممکن؛ لاجرم تفسیرِ کبیر میں ہے: لا  
یمتنع ان نقول فعل من الغیب ما لنا علیہ دلیل۔ ”یہ کہنا کچھ منع  
نہیں کہ ہم کو اُس غیب کا علم ہے جس پر ہمارے لیے دلیل ہے۔“

خاں صاحب کی ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ ہر مومن کو غیب کا کچھ علم  
ضرور ہے۔

**خاں صاحب کے والدِ بزرگوار کو بھی غیب کا علم تھا**

موصوف اپنے والدِ ماجد کی ایک پیشین گوئی کا ذکر فرما کر ارشاد فرماتے ہیں:

”یہ چودہ برس کی پیشین گوئی حضرت نے فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقبول

بندوں کو کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامانِ غلام کے کشف

بردار نہیں، علومِ غیب دیتا ہے۔“ (لفظیاتِ اعلیٰ حضرت)

**خاں صاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیب کا علم**

خاں صاحب نے (اس کے ثبوت میں کہ کشف فی نفسہ کوئی کمال کی چیز نہیں

بلکہ وہ غیر مسلموں حتیٰ کہ غیر انسانوں کو بھی حاصل ہو جاتا ہے) اپنے کسی بزرگ سے (جس کے

ولی اللہ ہونے کی تصریح بھی آپ نے فرمائی ہے) ایک صاحبِ کشف گدھے کی عجیب و

غریب حکایت نقل کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُن بزرگ صاحب نے فرمایا:

ہم بھر گئے تھے وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص

ہے۔ اُس کے پاس ایک گدھا ہے۔ اُس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی

ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے بس گم سے پوچھا جاتا ہے۔ گدھا ساری مجلس میں دُور رہتا ہے جس کے پاس ہوتی ہے، سامنے جا کر سر ٹیک دیتا ہے : (مفوضات جسد چہارم ص ۱۱)

اس کے بعد خاں صاحب فرماتے ہیں :

”بس یہ سمجھیے کہ وہ صفت جو غیر انسان کے لیے ہو سکتی ہے (یعنی کشف)

انسان کے لیے کمال نہیں الخ (حقہ چہارم، ص ۱۱)

خاں صاحب کے اس مفروضے سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس گدھے کو بھی

بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ وذا ہوا المقصود

**دنیا کی ہر چیز کو بعض غیوب کا علم حاصل ہے**

ہم ابھی ابھی الدولۃ المکیہ سے خاں صاحب کی ایک عبارت نقل کر چکے ہیں جس میں

تصریح ہے کہ حق تعالیٰ اداس کے صفات اور جنت و دوزخ ملائکہ وغیرہ وغیرہ سب امور

غیب میں سے نہیں (اور یہ بالکل صحیح ہے)

علیٰ ہذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ بذات خود غیب نہیں لیکن آپ کی رسالت

بے شک امر غیب ہے کیونکہ وہ کوئی محسوس و منصور چیز نہیں بلکہ اللہ اور رسول کے درمیان

ایک مخفی تعلق ہے جو ہمارے ظاہری احساس کی دسترس سے بالاتر ہے اور صرف پیغمبر کی قدرت

کے اعتماد پر اس پر ایمان لایا جاتا ہے۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ کے وجد اُس کی وحدت یا اس کے

رسول کی رسالت کا علم حاصل ہو تو اُس کو بعض غیوب کا علم حاصل ہوا اور خاں صاحب کو

تسلیم ہے کہ کائنات کی ہر چیز حسی کہ درختوں کے پتے اور رنگیناؤں کے ذرے بھی توحید و رسالت پر ایمان لانے کے مکلف ہیں، وہ خدا کی تسبیح کرتے ہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتے ہیں۔

چنانچہ خاں صاحب کے ملفوظات حصہ چہارم صفحہ ۷۷ پر ہے :

”ہر شے مکلف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور خدا کی تسبیح کے ساتھ۔“

نیز اسی کے صفحہ ۷۸ پر ہے :

”ایک ایک روحانیت تو ہر نبات ہر مہر جہاد سے متعلق ہے اُسے خواہ اُس کی روح کہا جائے یا کچھ اور، اور وہی مکلف ہے ایمان و تسبیح کے ساتھ، حدیث میں ہے :

ما من شیء الا ویسلم فی رسول کوئی شے ایسی نہیں جو مجھ کندا کا رسول اللہ الامروۃ الجن والانس۔ نہ جانتی ہو، سوا سرکش جن اور انسانوں کے“

خاں صاحب کے ان ارشادات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے :

(۱) ہر مومن کو غیب کی کچھ باتیں ضرور معلوم ہوتی ہیں۔

(۲) غیر مسلموں کو بھی کشف ہوتا ہے۔

(۳) گدھے جیسے احمق جانور کو بھی بعض مخفی باقول کا علم ہو جاتا ہے۔

(۴) کائنات کی ہر چیز حسی کہ نباتات و جہادات کو بھی غیب کی کچھ باتیں معلوم ہیں۔

اور یہی حضرت مولانا تقاضی رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل کا چوتھا بنیادی مقدمہ تھا۔

الحاصل مولانا کی دلیل میں چھ مقدمات پر مبنی تھی، ان میں سے چار تو سلمات عقلیہ اور بالکل بدیہی تھے اور دو محتاج ثبوت تھے سوائل کہ ہم نے مجدد اللہ خاں صاحب دہی کی تصریحات سے ثابت کر دیا اور ہمارے ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ حضرت مولانا کی وہ دلیل جس پر خاں صاحب نے کفر کا حکم لگایا تھا بجمیع اجزاء خاں صاحب کو مسلم ہے اور اگر وہی موجب کفر ہو سکتی ہے تو پھر خاں صاحب بھی اس کفر میں برابر کے حصہ دار ہیں۔  
چہ خواہی گفت قربانت شدم تا من ہاں گویم

اگرچہ اس کے بعد حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق کچھ اور عرض کرنے کی حاجت نہیں رہتی لیکن مزید توضیح کے لیے آخر میں ہم عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹ پیش کرتے ہیں۔

عبارت حفظ الایمان کا ایک مثالی نوٹ | فرض کیجیے کہ خاں صاحب مولوی احمد رضا صاحب کے کوئی مرید یا جانشین حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور اس کو جواز سمجھتے ہیں، اُس پر نہیں اُن سے عرض کرتا ہوں کہ آپ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم الغیب کہتے ہیں تو آیا مکمل غیب کی وجہ سے یا بعض غیب کی وجہ سے۔ اگر مکمل غیب کی وجہ سے کہتے ہیں تو وہ تو بقول مولوی احمد رضا خاں صاحب کے عقلاً و نقلاً باطل بلکہ محال ہے اور اگر آپ بعض غیب کی وجہ سے حضورؐ کو عالم الغیب کہتے ہیں اور آپ کا یہی اصول ہے کہ جس کو بھی غیب کی بعض باتیں معلوم ہوں گی تو آپ اس کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر

حضرت کی اس میں کوئی تخصیص نہیں رہی کیونکہ غیب کی بعض باتوں کا علم تو تمام مومنین بلکہ تمام انسانوں اور جگہ تمام کائنات حقیقی کائنات اور جمادات کو بھی ہے تو آپ کے اس اصول پر لازم آئے گا کہ آپ دنیا کی ہر چیز کو عالم الغیب کہیں۔ اگر آپ فرمائیں کہ ہاں ہم سب کو عالم الغیب کہیں گے تو پھر بتلایا جائے کہ اس صورت میں عالم الغیب کئے میں حضرت کی کیا تعریف نکلی جب کہ آپ کے نزدیک سب کو عالم الغیب کہا جاسکتا ہے۔

ہم ظہرین کرام اخبر فرمائیں کہ کیا دنیا کا کوئی باہر شمس انسان میرے اس کلام سے یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ معاذ اللہ میں نے دنیا کی ہر چیز کو علم میں حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر کر دیا۔

اسی کی ایک دوسری اس سے بھی زیادہ عام فہم مثال ملاحظہ ہو۔ فرض کیجیے کہ کسی ملک کا بادشاہ بہت بڑا مختیر ہے۔ اس کے یہاں لنگر خانہ جاری ہے اور صبح و شام ہزاروں محتاجوں اور مسکینوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ اب کوئی احمق مثلاً نیکو کہتا ہے کہ میں تو اس بادشاہ کو رازق کہوں گا۔ اُس پر ایک دوسرا شخص مثلاً عمر دیکھے کہ بھائی تم جو اس بادشاہ کو رازق کہتے ہو تو کس وجہ سے؟ آیا اس وجہ سے کہ وہ ساری مخلوق کو رزق دیتا ہے؟ یا اس وجہ سے کہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے؟ پہلی شق تو بلاشبہ باطل ہے اب رہی دوسری صورت یعنی یہ کہ اس بادشاہ کو صرف اس وجہ سے رازق کہا جائے کہ وہ بعض انسانوں کو کھانا کھلاتا ہے تو اس میں اس کی کوئی تخصیص نہیں کیونکہ ایک غریب انسان اور ایک معمولی مزدور بھی کم از کم اپنے بچوں کا پیٹ بھرتا ہے اور انسان تو انسان

چھوٹی چھوٹی چٹیاں اپنے بچوں کو داندہ دیتی ہیں، تو پھر تمہارے اس اصول پر چاہیے کہ سب کو رازق کہا جائے، الخ خور فرمایا جائے کہ کیا عمرو کے اس کلام کا مطلب یہی ہے کہ اُس نے اُس بخیر اور فیاض بادشاہ اور ہر غریب انسان اور ہر معمولی مزدور کو بالکل برابر کر دیا، یا اُس نے ہر غریب انسان اور معمولی مزدور کو اس بادشاہ کے برابر فیاض مان لیا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھنا سمجھنے والے کی حماقت ہے۔ پس حفظ الایمان میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ اس سے زیادہ کچھ اور نہیں۔

اس کے بعد ہم اہل سنت کے مسلم امام علامہ سید شریف رحمہ اللہ کی شرح مواقف سے ایک عبارت پیش کرتے ہیں جو بالکل عبارت حفظ الایمان کے مشابہ ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد کوئی سنی مسلمان حفظ الایمان کے متعلق لب کشائی کی جرات نہ کرے گا، کیونکہ حفظ الایمان میں جو کچھ ہے وہ قریب قریب شرح مواقف کی اسی عبارت کا ترجمہ ہے۔

ملاحظہ ہو حضرت علامہ فرماتے ہیں :

و اما الفلاسفة فقالوا النبي هو

برہاں فلاسفہ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ نبی وہ ہے

من اجتمع فيه خواص ثلث عتاز

کہ جس میں تین باتیں خاص طور پر پائی جائیں جن

بہا من غیرہ احدھا ای احد

کی وجہ سے وہ نبی غیر نبی سے ممتاز ہو سکے ان

الامور المختصة به ان يكون

میں سے ایک بات یہ ہے کہ نبی کو اطلاع ہونی

له اطلاع على المغيبات الكائنة

چاہیے ان مغیبات پر جو ہوتے ہیں یا ہر چکے

والماضية والآتية۔

میں یا ہونے کو ہیں۔

اس کے بعد چند سطر میں فلاسفہ کی طرف سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ بات انبیاء علیہم السلام کے لیے چنداں مستبعد نہیں۔ اس کے بعد انھیں فلاسفہ کی طرف سے فرماتے ہیں کہ

وکیف یستنکر ذلک الاطلاع اور انبیاء علیہم السلام کا ان منہیات پر مطلع ہونا

فی حق النبی، وقد یوجد ذالک کیونکہ مستبعد ہر سکتا ہے حالانکہ یہ اطلاع علی

فیمن قلت شواغلہ لریاضۃ بافواج المنہیات ان لوگوں میں بھی پائی جاتی ہے جن

المجاهدات او مرض صارف للنفس کے شواغل نفسانی مجاہدوں کی ریاضت یا کسی

عن الاشتغال بالبدن واستعمال ایسے مرض کی وجہ سے کم ہوں جو نفس کو اشتغال

الالة او نوم فیقطع بہ احساساتہ بالبدن اور آلات کے اشتغال سے روکنے والا

الظاہر فان هؤلاء قد یصلون ہو یا یہ شواغل ایسی فیند کی وجہ سے کم ہوں جن کی

علی منہیات و یخبرون عنہا کما وجہ سے اس سونے والے کے احساسات ظاہری

یشہد بہ السامع والتجارب حیث منقطع ہو گئے ہوں پس تحقیق یہ لوگ (یعنی ریاضت

لا یدبق فیہ شبهة للمنصفین اور مجاہد سے کرنے والے اور بعض جن کو المیزان

ہوتا ہے اور سونے والے بھی) کبھی منہیات پر مطلع ہو جاتے ہیں جیسا کہ تجربہ شائد ہے یہاں

تک کہ اہل انصاف کو اس میں شبہ تک نہیں رہتا۔

یہاں تک تو فلاسفہ کا مذہب اور اس کے دلائل تھے اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ علیہ

اہل سنت و جماعت کی طرف سے اس کا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں :

قلنا ما ذکرتم مرفوعہ بوجہ جو کچھ تم نے کہا چند وجہ سے مردوس ہے اس



اذا الاطلاع على جميع المغيبات      لیے (کہ تمہاری مراد اس اطلاع علی الغیبات سے  
لا يجب للنبی اتفاقا منا ومنکم      کیا ہے، کل مغیبات پر اطلاع ہونی چاہیے یعنی  
ولهذا قال سید الانبیاء و لو      پر کل مغیبات پر مطلع ہونا تو کسی کے نزدیک بھی  
كنت اعلم الغیب لا استکثرت من      ضروری نہیں نہ ہمارے نزدیک نہ تمہارے  
الخبیر وما مسخى السوء - والبعض      نزدیک اور اسی وجہ سے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ  
ای الاطلاع على البعض لا يختص      علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر میں غیب کو جانتا ہوتا  
به النبى كما اقدره به حیث      تو میں نے خیر سے بہت سماج کر لیا ہوتا اور مجھ کو  
جو زعموه للمؤمنين والمؤمنات      بُرائی نہ چھڑتی اور بعض مغیبات پر مطلع ہر جان نبی  
والنائمين فلا يتميز به النبى      کیساتھ خاص نہیں یعنی یہ غیر نبی میں بھی پایا جاتا ہے  
عن غیرہ

جائز رکھتے جو ریاضت کرنے والوں کے لیے اور مریضوں کے لیے اور سونے والے کے لیے  
لذا نبی غیر نبی سے ممتاز نہ ہوگا۔

ناظرین بالانصات غور فرمائیں کہ شرح مواہف کی اس عبارت اور حفظ الایمان کی  
زیر بحث عبارت میں کیا فرق ہے ؟

ہم امید کرتے ہیں کہ ہمارے اس قدر بیان کے بعد حفظ الایمان کی عبارت پر  
مخالفین کو کوئی شبہ نہ رہے گا۔ اس کے مزید اتمام حجت کے لیے ہم اختصار کے ساتھ حضرت  
مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ جواب بھی نقل کرتے ہیں جو انھوں نے اسی فقرہ کی تردید

میں تحریر فرمایا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

مولوی احمد رضا خاں صاحب کا یہ فتویٰ ————— حسام الحرمینؒ جب شائع ہوا اور اُس سے ایک ہفتہ برپا ہوا تو جناب مولانا سید مرتضیٰ حسن صاحب نے حضرت مولانا تھانویؒ کو خط لکھا کہ

”مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی آپ کے متعلق یہ لکھتے ہیں کہ آپ نے معاذ اللہ حفظ الایمان میں یہ تصریح کی ہے کہ غیب کی باتوں کا جیسا علم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے، ایسا تو ہر بچے اور ہر پاگل اور ہر جانور کو حاصل ہے۔ کیا کہیں حفظ الایمان میں آپ نے یہ لکھا ہے؟ یا آپ کا یہ عقیدہ ہے؟ اگر آپ کا عقیدہ نہیں تو آپ اس شخص کو کیا سمجھتے ہیں جو ایسا خبیث عقیدہ رکھے؟“ ملخص از بسط البنان حضرت مولانا تھانویؒ جواب دیتے ہیں :

”میں نے یہ خبیث مضمون کسی کتاب میں نہیں لکھا، لکھنا تو درکنار میرے قلب میں بھی اس مضمون کا کبھی خطرہ نہیں گذرا۔ میری کسی عبارت سے مضمون لازم بھی نہیں آتا، جیسا کہ اخیر میں عرض کر دیا گا۔ جب میں اس مضمون کو خبیث سمجھتا ہوں..... تو میری مراد کیسے ہو سکتا ہے جو شخص ایسا اعتقاد رکھے یا بلا اعتقاد صراحتاً یا اشارتاً یہ بات کہے، میں اس شخص کو خارج از اسلام سمجھتا ہوں کہ وہ تکذیب کرتا ہے نص و جس قطعیہ کی اور

”تحقیق کرتا ہے حضور سرورِ عالم محمد بنی صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

اس کے بعد حضرت مولانا غلام غفر نے اپنے اُسی گرامی نامہ میں جو اسی زمانہ میں تبسط البنات کے نام سے شائع بھی ہو چکا ہے، غاں صاحب کے اس الزام کا تفصیلی جواب بھی دیا ہے اور خط الامان کی زیر بحث عبارت کا مطلب بیان کیا ہے، لیکن اب یہاں اس کے نقل کرنے کی حاجت نہیں کیونکہ ہم نے جو کچھ اس عبارت کی تفسیر میں اوپر لکھا ہے وہ گویا حضرت مولانا کے اسی جواب کی شرح ہے۔

ناظرینِ کرام انصاف فرمائیں کہ فاضل بریلوی اپنے فتویٰ کفر میں صداقت اور دیانت سے کتنے دُور ہیں۔

واللہ الہادی الی سبیل الرشاد

# متمم

## مصنف حفظ الایمان کی حق پرستی اور بے نفسی

### عبارت حفظ الایمان میں ترمیم کا اعلان

حضرات! مولوی احمد رضا خاں صاحب نے "حسام الحرمین" میں "حفظ الایمان" کی طرف ایک کافرانہ مضمون کی نسبت کر کے کفر کا جو فتویٰ دیا تھا، اس پر مناظرانہ بحث ختم ہو چکی اور ناظرین کرام کو معلوم ہو چکا کہ اس کی حقیقت افتراء اور بہتان کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اور مصنف حفظ الایمان کا دامن اس ناپاک کافرانہ عقیدے سے بالکل پاک ہے۔ اس کے بعد یہ معلوم کر کے آپ حضرات کو انشاء اللہ اور زیادہ قلبی اطمینان ہوگا کہ بعض غلمیں نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمہ جب اس طرف مبذول کرائی کہ اگرچہ حفظ الایمان کی عبارت واقعہ میں بالکل صحیح اور بے غبار ہے لیکن ناخدا تیس اور غرض پیشہ معاندین اس کے جن الفاظ سے بے چارے ناختم عوام کو دھوکا دیتے ہیں اگر ان الفاظ کو اس طرح بدل دیا جائے کہ اس کے بعد وہ فتنہ پرداز عوام کو یہ دھوکا بھی نہ دے سکیں تو بے چارے عوام کے حق میں یہ بہتر ہوگا۔" — تو حضرت محدوح نے مشورہ دینے والوں

کو دُعا دیتے ہوئے دلی مسرت کے ساتھ اس مشورہ کو قبول فرمایا اور عبادت کو اس طرح بدل دیا کہ قدیم عبادت میں ایسا علم غیب کے الفاظ سے جو فقہ شروع ہوتا تھا اُس کے بجائے یہ فقرہ لکھ دیا کہ

”مطلق بعض علوم غیبیہ ترغیر نہیں کیا۔ عظیم السلام کو بھی حاصل ہیں۔“

یہ واقعہ ماہ صفر ۱۲۵۲ھ کا ہے، اگرچہ اب سے قریباً تیس سال پہلے ”حفظ الایمان“ کی عبادت میں یہ ترسیم ہو چکی ہے، اور اس کے بعد سے ”حفظ الایمان“ اسی ترسیم کے ساتھ چھپ رہی ہے بلکہ اس ترسیم کا پورا واقعہ اور حضرت مصنفؒ کی طرف سے اُس کا اعلان بھی ”تغییر العنوان“ کے نام سے ”حفظ الایمان“ کے ایک ضمیمہ کے طور پر اس کے ساتھ چھپا رہا ہے پھر اس کے بعد عبادی الاخریٰ ۱۲۵۴ھ میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک صاحب کے توجہ دلانے پر خود اس ناچیز راقم سطور (محمد منظور نعمانی) نے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”حفظ الایمان“ کی جس عبادت پر معاندین کا اعتراض ہے اُس کے بالکل ابتدا میں علم غیب کا حکم کیا جانا ہے جو الفاظ ہیں اُس کا مطلب بلاشبہ علم غیب کا اطلاق کرنا ہے، جیسا کہ خود اسی عبادت کے سابق و سابق سے بھی ظاہر ہے اور ”بسط البنان“ اور ”تغییر العنوان“ میں حضرت نے اس کی تصریح بھی فرمائی ہے۔ پس اگر اصل عبادت میں بھی یہاں محکم کے بجائے ”اطلاق“ ہی کا لفظ کر دیا جائے تو بات اور زیادہ صاف اور بے غبار ہو جائے گی۔ حضرت نے بلا تامل اس کو بھی قبول فرمایا اور اس فقرہ کو اِس طرح بدل دیا :

لہٰذا اب قریباً بیالیس برس ہو گئے ہیں۔

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو۔ الخ۔ اور اس ناچیز سے فرمایا کہ میری طرف سے آپ ہی اس ترمیم کا اعلان بھی کر دیں۔ چنانچہ رجب ۱۲۵۲ھ کے ”الفرقان“ میں اُسی وقت اس کا اعلان ہو گیا تھا۔ — بہر حال ان دو ترمیموں کے بعد حفظ الایمان کی عبارت اب اس طرح ہے :

”پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر عالم الغیب کا اطلاق کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ السلام کی کیا تخصیص ہے؟ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے؟“

الغرض ہمارے بزرگوں نے اُن کا فرائض عقیدوں سے اپنی برادری اور اپنی بیزاری کا اعلان بھی کیا جن کو مولوی احمد رضا خاں صاحب نے محض ازراہ عناد اُن کی طرف منسوب کر کے تکفیر کی تھی اور اسی کے ساتھ اپنی عبارتوں کا وہ صحیح اور واقعی مطلب بھی بیان کیا جس کے سوا اُن کا کوئی اور مطلب ہو ہی نہیں سکتا اور یہ بھی ثابت کر دیا کہ ان میں کوئی بات بھی اسلامی تعلیمات اور عقائد اہل سنت کے خلاف نہیں ہے اور اس سب کے بعد جب یہ چارے نامفہم حوام کو فتنہ سے بچانے کے خیال سے اللہ کے کسی بندہ نے مخلصانہ طور پر عبارت میں تبدیلی کا کوئی مشورہ دیا تو اس کو بھی بے تامل اور بلا دلیل قبول فرما کر اپنی عبارت کو بدل بھی دیا۔ — بلاشبہ یہ ان حضرات کی حق پرستی اور للہیت و بے نفسی کی روشن

دیں ہے۔ افسوس! کیسے ظالم اور شقی ہیں وہ لوگ جو اللہ کے ان بندوں کو کافر کہتے  
ہیں۔! —

محمد منظور نعمانی عفا اللہ عنہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۳۴۳ھ بمطابق ۱۹۲۵ء

۱۳۸۳ھ

کتب، خاکپائے بزرگانِ دیوبند، حقر العباد نفیس السینی السیالکوٹی غفرلہ